اہلسنت کے پیشہ ور واعظین کے ذریعے بیان کئے جانے والے
اہل تشیعوں کے مشہور و من گھڑت واقعات کا پوسٹ مارٹم
واقعات کربلا کی تحقیق وتردید
مصنف
علامہ دانش حنفی قادری
صاحب قبلہ بلدوانی

اہلسنت کے پیشہ ور واعظین کے ذریعے بیان کئے جانے والے
اہل تشیعوں کے مشہور و من گھڑت واقعات کا پورسٹ ماتم

واقعات کربلا کی
تحقیق و تردید

علامہ دانش حنفی قادری
صاحب قبلہ ہلدوانی

شرف انتساب

فقیر اپنی اس کاوش کو اپنے آقا مولا سراج الامہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتا ہے
جن کے فیض کرم نظر عنایت نے
اس ذرہ ناچیز کو تابندگی بخشی

فقط

اسیر بارگاہ امام اعظم ابو حنیفہ
محمد دانش الحنفی القادری

نام کتاب- واقعات کربلا کی تحقیق و تردید

مصنف - علامہ دانش حنفی صاحب قبلہ ہلدوانی
واٹس ایپ نمبر۔09917420179

کمپوزنگ پی ڈی ایف - ارشاد احمد انصاری بنارس

سن اشاعت- ۲۰۲۲

تقریظ

الف حضرت علامہ مفتی حسن مصباحی صاحب درگاہ اعلی حضرت
ت حضرت علامہ عثمان مدنی صاحب
ج خلیفہ ایوب حضرت ملت سراج حنفی قادری صاحب

فہرست

صفحہ

فہرست

صفحہ

تقریظ

علامہ مفتی محمد **حسن** مصباحی درگاہ اعلی حضرت

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لانبی بعدہ۔

امابعد:

آج کے اس پر فتن دور میں یہ بھی ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ کچھ خطباء یا ائمہ بغیر تحقیق کے من گھڑت واقعات کو بڑی بے باکی سے شیریں انداز میں سیدھی سادی عوام تک پہنچاتے ہیں جس کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ موضوع روایات کو صحیح سمجھنے لگتے ہیں اور اسی کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہیں، جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے عالم فکر و نظر حضرت علامہ مولانا دانش رضا حنفی (ہلدوانی) صاحب زید حبہ نے واقعات کربلا کی تحقیق و تردید نام سے ایک کتاب کو لکھا اس چیز کی اشد ضرورت تھی جس کو موصوف نے بحسن وخوبی انجام دیا جو کہ قابل ستائش کارنامہ ہے اس سے اندازہ ہوتا کہ موصوف محنتی اور علمی ذوق رکھتے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ ،اس کتاب کے توسط سے عوام کو صحیح روایات کا علم ہوگا اور من گھڑت واقعات کا دلائل کی روشنی میں پردہ فاش ہوتا ہوا نظر آئے گا۔

مصروفیات کے باعث مکمل کتاب کو میں نہیں پڑھ سکا مگر چیدہ چیدہ جگہوں سے پڑھا عمدہ پایا دل خوشی سے معطر ہوگیا

ب

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ اپنے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقے و طفیل اس کتاب کو عوام وخواص میں شرف قبولیت عطا فرمائے

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

دعا گو،

محمد حسن رضا مصباحی

نوری دار الافتاء 34 سوداگران درگاہ اعلی حضرت و استاد مرکز اہلسنت جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف۔

7/ذی الحجہ 1443ھ

تقریظ

حضرت علامہ **عثمان** مدنی صاحب

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ موجودہ زمانہ میں فتنوں کی بارش ہر طرف برس رہی ہے۔کچھ وقت نہیں گزرتا کہ ایک فتنہ کے بعد دوسرا فتنہ سر اٹھا کر سامنے آیا چاہتا ہے۔

ماضی کے واقعات کو بگاڑنا!

بزرگوں کے نظریات کے خلاف زہر اگلنے!

اکابرین کی تحقیقات پر انگشت نمائی!

اس طرح کے فتنوں کو نئ تحقیق کا لیبل (Title) لگا کر اسلام کے متفق عقائد کو مختلف فیہ قرار دینے میں ہر فرد کوشاں ہیں۔

ان فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے علماء اسلام کو اپنی اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے میدان عمل میں آنا چاہئے۔

ان فتنوں کا بروقت جائزہ لینا اور انکے روک تھام کیلئے جلد از جلد مؤثر اقدامات کرنا ضروری ہے۔

پیش نظر کتاب بنام " واقعات کربلا کی تحقیق وتردید "

اس سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں کربلا میں پیش آنے والے واقعات کو تحقیقاتی نظر سے گزار کر بیان کیا گیا ہے اور غلط و من گھڑت واقعات کی تردید کی گئی ہے۔

لہذا نوجوان علماء اہلسنت کے گروہ میں سے حضرت علامہ مولانا محمد دانش حنفی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں اپنا حق ادا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی کوشش کو قبول فرمائے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے اور لوگوں کے لئے اس کتاب کو نفع بخش بنائے۔

از۔۔۔ابو لقمان محمد عثمان بشیر مدنی

مدرس۔۔ جامعۃ المدینہ حیات اسلام ملک پور۔لاہور

کلمات تحسین

خلیفہ ایوب ملت محمد سراج حنفی قادری جبلپور مجھولی

الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقین الصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء و المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی فلاح وبہبود رشد و ہدایت اور دین و سنیت کی ترویج واشاعت کے لیے ہر دور میں اپنے کرم کریمانہ سے کسی خاص بندے کو منتخب فرمالیتا ہے جو لوگوں کو اصلاح اعتقاد واعمال کا درس دیتا ہے اور اپنی صلاحیت علمیہ وعملیہ سے بندہ مومن کو روحانی غزا واتباع شریعت وجادۂ حق پر استقامت کی رہنمائی کرتا ہے

اسی سلسلے کی ایک کڑی ہلدوانی کی سنیت کی شان * محترم جناب علامہ دانش حنفی صاحب قبلہ ہلدوانی و مصنف فتاوی حنیفہ؛ مشہور موضوع روایات کا تحقیقی جائزہ؛ کی ذات گرامی ہے *

دلائل قاطعہ براہن ساطعہ سے مبرہن ومزین *"واقعات کربلا کی تحقیق و تردید"* جو آپ کے ہاتھوں میں ہے بالاستیعاب پوری کتاب کو میں نے پڑھا ہے - آج کے دور میں اسٹیج پر بلا تحقیق موضوع روایات من گھڑت واقعات بیان ہوتے ہیں اور میڈیا پر بھی سننے کو ملتے ہیں کچھ کتابیں بھی ہیں جن میں موضوع روایات من گھڑت واقعات پڑھنے کو ملتے ہیں- اسی حالات کو دیکھتے ہوئے موصوف نے اس کتاب کو لکھنے کا ارادہ فرمایا

الحمد للہ رب العالمین *علامہ دانش حنفی صاحب قبلہ* نے ایسے ایسے واقعات کی تحقیق کی ہے جن کے اصل مراجع کی طرف

رجوع کر کے سبھی عبارات و حوالہ جات کا مطالعہ کیا جب
موصوف کا دل مطمئن ہو گیا تو ان واقعات کو مکمل تحقیقات کے
ساتھ معرض تحریر میں لائے؛
جہاں اصلاح کی ضرورت ہوئی وہاں اصلاح کی جہاں رد کی
ضرورت پیش آئی وہاں رد کیا اور لوجہ اللہ اس کام کو مکمل کیا۔
اس سے بخوبی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ہر واقعہ کافی غور و فکر ؛
تحقیق و تدقیق ؛ بحث و تمحیص کے بعد تحریر کیا گیا؛
الحمدللہ اس اعتراف میں ذرہ برابر بھی بخل نہیں کر سکتا کہ اس
دور قحط الرجال میں بعد اقصی تتبع بھی ایسی نایاب شخصیتیں نہیں
مل پاتیں؛
دعاء ہے کہ مولا تعالیٰ موصوف کو مزید ترقی و قلمی طاقت عطا
فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین

محمد سراج حنفی قادری

قاضی امام جامعہ مسجد عثمان غنی رضی اللہ عنہ و مدرس مدرسہ
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مجھولی ضلع جبلپور
۸ ذی الحجہ ۱۴۴۳ سنہ ہجری بروز جمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حروف آغاز)

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

محرم الحرام کے ماہ کو لوگ بہت برکت والا اور عظیم مہینہ سمجھتے ہیں،،،اور اس ماہ مبارک کو خاص طور پر اس لیے جانا جاتا ہے کہ سیدنا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی ،،،دلوں کو بیچین کر دینے والا واقعہ کربلاء بھی اسی مہینے میں در پیش آیا ،،مسلمان کا بچہ بچہ اس ماہ کو جانتا ہے،،،بلکہ غیر مسلم بھی اس ماہ کی عظمت کو امام پاک کی وجہ سے جانتے ہیں،،یقینا یہ واقعہ کربلاء بہت دردناک ہے،،عاشق حسین کا دل تڑپ جاتا ہے،،کس طرح امام پاک پر ظالموں نے ظلم کیا اور آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کردیا،،،اور یہ واقعہ کربلاء محرم الحرام میں خوب بیان ہوتا ہے،،اور ہونا بھی چاہئے چونکہ اس سے کیا بوڑھا کیا جوان کیا بچہ ہر ایک کو درس ملتا ہے،،کہ باطل کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہو جائے اور اس سے مقابلہ کرے،، واقعہ کربلاء صحیح روایت اور مستند کتابوں سے ہی بیان کیا جائے،، اس میں بے اصل اور منگھڑت باتوں کو ہرگز بیان نہ کیا جائے اور نہ ہی ان بے اصل واقعات کا بیان کرنا جائز ہے،،،

امام اہلسنت سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

واقعہ کربلاء صحیح روایات سے بیان کیا جائے تو بیان کرنا جائز ہے،،اور اگر اس میں من گھڑت بے اصل روایت بیان ہو تو ناجائز ہے،،، ان ہی میں سے کچھ بے اصل روایات کی نشاندہی ہم کریں گے،، چونکہ خطبہ حضرات کچھ غیر مستند کتابوں سے دیکھ کر اس کو عوام میں اتنا زیادہ مشہور کردیا ہے اب کسی کو کچھ سمجھاؤ تو وہ سمجھتا ہے مجھے میرے دین سے ہٹانے کی مولوی صاحب کوشش کر رہے ہیں،، مجھے اہل بیت کا دشمن بنانا چاہتے ہیں معاذ اللہ،،، میں واقعہ کربلاء پر بھی کچھ تحقیقی کلام کروں گا اور محرم الحرام کے مہینے کی فضیلت کے بارے میں جو روایات گھڑی گئ ہے جن کی اصل نہیں ہے ان پر بھی تحقیقی کلام کروں گا،،، اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا گو ہوں حق بولنے حق سننے حق لکھنے کی توفیق عطا فرمائے،، آمین۔۔۔

فقیر قادری دانش حنفی

بمطابق 19 رمضان 1443ھ

2022-4-21

امام عالی مقام اور اپ کے ساتھیوں کے پاس گھوڑا نہ ہونے کے دلائل کا رد

محمد علی نقشبندی صاحب جو کی اہلسنت کے محقق عالم ہیں انہوں نے اپنی کتاب میزان الکتب میں لکھا یے ،،مدینہ سے کربلا تک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اونٹنی پر سوار تھے،،آپ کے پاس گھوڑا نہیں تھا،، ایک صاحب اور ہیں جو عبد مصطفی کے نام سے جانے جاتے ہیں ،، انہوں نے ایک رسالہ تحریر کیا ہے چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ

مصنف عبد مصطفے محمد صابر اسماعیلی قادری رضوی ان صاحب نے بھی پورا زور اس پر لگا دیا کی آپ کے پاس گھوڑا نہیں تھا،،بلکہ ان صاحب نے شاید اس بارے میں خود اپنی کوئی تحقیق نہیں کی جیسا محمد علی صاحب نے لکھا ہے ویسا ہی ان صاحب نے لکھا ہے، گویہ کی میزان الکتب سامنے رکھ کر جیسا اس میں لکھا ہے ویسا ہی اتار دیا ہو،، یہ بات فقط ہم اس لیے بتا رہے ہیں جب ہم نے دونوں کتابوں کو دیکھا تو دلائل ایک جیسے نظر آئے ،،،خیر ہم اس پر نہیں جاتے کس نے کہا سے لیا اور نہ ہی اس پر ہم کو تحقیق کرنی ہے،،، اصل مقصد یہ ہے ان دونوں صاحب نے اس پر بات کو ثابت کرنے کے لیے پورا زور لگا دیا کہ کربلا میں آپ کے پاس اونٹنی تھی گھوڑا نہیں تھا،، ہم اس تحقیق پر تحقیق پیش کریں گے اور اس بات کو ثابت کردیں گے کہ ان دونوں صاحب کی تحقیق

کہاں تک درست ہے،،،، محمد علی نقشبندی صاحب نے اونٹنی ہونے پر شیعوں کی کتب سے زیادہ حوالے پیش کئے ہیں،،، اس لیے ہم شیعوں کی عبارتوں کا رد نہیں کریں گے،، چونکہ جہاں شیعوں نے اونٹنی ہونے کا ذکر کیا ہے ،تو بعض نے گھوڑا ہونے کا بھی ذکر کیا ہے،،تو بعض نے اونٹنی اور گھوڑا دونوں ہونے کا ذکر کیا ہے،، اس لیے ہم شیعوں کی ان عبارتوں کا رد نہیں کریں گے،، اور نہ ہی شیعہ ہمارے لیے معتبر ہے، ہم تاریخ کی معتبر کتب و دلائل کا ذکر کریں گے،، اور اس بات کو ثابت کریں گے کی ان دونوں حضرات کی تحقیق غلط ہے ،، صحیح تحقیق یہ ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گھوڑا تھا،،،

محمد علی صاحب لکھتے ہیں،،

میدان کربلا میں آپ نے سارے ساتھیوں کی شہادت کے بعد خود گھوڑے پر سوار ہو کر آنا ،،، سیدہ سکینہ کا گھوڑے کے پاؤں کو چمٹے رہنا،، جس وجہ سے گھوڑا نہ چل سکا پھر گھوڑے کا اشارہ سے امام پاک کو بتانا کی شہزادی چمٹی ہوئی ہیں ،،وغیرہ اس طرح کے واقعات خطبہ حضرات خوب بیان کرتے ہیں،،اور سنیوں شیعوں کی کتب میں لکھے ہیں،،اس طرح کے واقعات سے مقصد ماتم کرنا ہوتا ہے،، جس سے شیعہ حضرات اپنا الو سیدھا کرتے ہیں،،،اور سنی واعیظین بھی رو رو کر اس طرح کے واقعات بیان کرتے ہیں،،، جس سے یہ لوگ شیعوں کا کام آسان کر رہے ہیں اور ان کے کام کی خدمت

انجام دے رہے ہیں،،،، چونکہ حقیقت یہ ہے امام پاک نے اپنا سفر کربلا تک کا اونٹنی پر کیا تھا،،،

مزید لکھتے ہیں،

مقتل ابی مخنف میں ہے، جب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے عراق جانے کا ارادہ کیا،،تو آپ کے بھائی محمد ابن حنفیہ نے جب یہ سنا تو آپ کے پاس ائے،، اور آپ سے کافی گفتگو فرمائی ،، اور کہا آپ مکہ مکرمہ میں ہی رہیں ،، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے خطرہ ہے کے بنو امیہ کا لشکر مکہ مکرمہ میں لڑنا شروع نہ کردے،،،پھر حضرت حنفیہ نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو یمن جانے کا مشورہ دیا کہ وہاں آپ امن میں رہیں گے ،،اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں کسی چٹان کے اندر بھی ہوا تو بھی وہ لوگ مجھے نکال کر قتل کردیں گے،،پھر امام عالی مقام فرماتے ہیں، میں آپ کی بات پر توجہ کروں گا،،پھر جب سحری کا وقت ہوا تو امام عالی مقام نے عراق کی طرف جانے کا عزم فرمایا،،تو جناب محمد بن حنفیہ نے آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی،،اور کہا بھائی جان آپ کے اتنی جلدی جانے کی وجہ کیا ہے،، تو امام عالی مقام نے فرمایا،،تمہارے جانے کے بعد نیند کی حالت میں،،،میرے پاس نبی علیہ السلام تشریف لائے میری آنکھوں کے درمان بوسہ دیا اور مجھے سینے سے لگایا،،اور فرمایا بیٹا حسین عراق کی طرف نکل پڑو اللہ کا یہی ارادہ ہے،، وہ تم کو شہید ہوتا دیکھنا چاہتا ہے،

جس کے عربی عبارت یہ ہے،،

کان وقت السحر عزم السیر الی العراق فاخذ محمد بن حنفیه زمام ناقته و قال یا اخی ما سبب ذالک انک عجلت فقال جدی رسول الله صلی الله علیه وسلم اتا نی بعد فار قتک و انا نائم فضمنی الی صدره قبل بین عیننی و قال یا حسین یا قرته عینی اخرج الی العراق فانا الله عن و جل قد شاء ان یراک قتیلا،،،،۔

ترجمہ وہی ہے جو اوپڑ ہم ذکر کر ائے ہیں،،، اس **عبارت** میں امام عالی مقام کے بھائی کا ایک عمل ہمیں نظر آیا ہے اور وہ عمل یہ ہے،،، فاخذ محمد بن حنفیہ زمامہ ناقتہ،،، محمد بن حنفیہ نے امام کی اونٹنی کی مہار پکڑی ،،جس کا واضح مطلب ہے کہ امام نے جب سفر شروع کیا تو آپ نے اونٹنی پر سوار ہوکر سفر فرمایا تھا،،، اب اونٹی راستے میں تبدیل ہوگئ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملا،،، اس بات سے صاف ظایر ہو جاتا ہے،،گھوڑے کا ذکر ذوالجناح کی کہانیاں سب فرضی ہے جھوٹ پر مبنی ہے،،،

اس عبارت کو بحوالہ ذبح عظیم مقتل ابی مخنف سے لکھا گیا ہے،،،

ان دونوں حضرات نے اس عبارت کو ذبح عظیم کے حوالہ سے لکھا ہے، کہ اس میں مقتل ابی مخنف کا حوالہ ہے،،،

غور طلب بات یہ ہے ڈائریکٹ مقتل ابی مخنف سے یہ عبارت کیوں

نہ لکھی، ذبح عظیم سے ہی کیوں لکھا گیا،،،

اس کا جواب میں دیتا ہوں،،

کیوں کہ مقتل ابی مخنف میں یہ عبارت ہے ہی نہیں،، اور شاید محمد علی صاحب کو بھی یہ عبارت مقتل ابی مخنف میں نہیں ملی ہے،، چونکہ بہت سی جگہ محمد علی نقشبندی صاحب نے مقتل ابی مخنف کا ڈائریکٹ حوالہ دیا ہے،، پتہ چلا اگر ان کو یہ عبارت مقتل ابی مخنف میں ملتی تو وہ ڈائریکٹ اسی کا حوالہ دیتے،،، محمد علی صاحب کی پیروی کرتے ہوئے عبد مصطفیٰ محمد صابر اسماعیلی صاحب نے اپنی کتاب میں ایسا ہی لکھ دیا جیسا محمد علی صاحب نے لکھا ہے عبد مصطفی صاحب نے مقتل ابی مخنف دیکھنے کی **زحمت** نہیں اٹھائی اسی لیے ان صاحب نے بھی یہ بات لکھ کر ،بحوالہ ذبح عظیم مقتل ابی مخنف لکھ دیا،، اسی لیے غلطی کر بیٹھے،،،اور اپنے رسالہ واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ میں لکھ دیا،،

عبد مصطفی صاحب کے رسالہ پر میں مزید تبصرہ کر سکتا ہوں،، چونکہ موضوع سے ہٹ جانے کا اندیشا ہے اس لیے میں مزید اس رسالہ پر کلام نہیں کروں گا ہمارا جو اصل مقصد ہے اس طرف آتا ہوں،،، پہلی بات یہ عبارت مقتل ابو مخنف میں ہے ہی نہیں،، دوسری بات یہ ہے اس عبارت میں یمن جانے اور مکہ میں رہنے کی بات محمد بن حنفیہ نے نہیں کہی،،،بلکہ حضرت ابن عباس نے آپ سے یہ کہا تھا، ہم پوری عبارت لکھتے ہے،،

مقتل ابی مخنف سے جو کی کویت سے طبع ہوا ہے 1987۔ میں،
محمد بن حنفیہ ائے اور کہا،

یا اخی انت اعز الناس علی و احبهم و اکرمهم لدی و لست
انصح احدا احب الی منک ولا احق بالنصیحته فبحقی
علیک الاما ابعدت شخصک عن یزید و ایاک والتعرض
له دون ان تبعت دعاتک فی الامصار یدعون الناس الی
بیعتک فان فعل الناس ذلک حمدت الله و ان اجتمعوا الی
غیرک فلم ینقض الله بذلک فضلک و انی خائف علیک ان
تئاتی مصرا من هذه الامصار فی جماعته من النانس
فیختلفون علیک فتکون بینهم صریعا فیذهب دمک
هدرا و تنتهلک حرمتک، .فقال حسین رضی الله عنه یا
اخی فانی اجهد انزل مکته فان اطمائنت بی الدار اقمت بها و
ان کانت الاخری لحقت بالرمال و سکنت الجبال و انظر ما
یکون من الناس و استقبل الامور ولا استدبرها، ،
ثم قال لاخیه محمد بن حنفیته احسن الله جزاک لقد
نصحت یا اخی و احسنت، ،

مقتل ابی مخنف صفحہ 22

محمد بن حنفیہ نے کہا بھائی صاحب آپ مجھے سب لوگوں میں عزیز ہیں، سب سے زیادہ محبوب ہیں، اور سب سے زیادہ محترم ہیں، آپ سے زیادہ میں کسی کا خیر خواہ نہیں، اور نہ مجھ سے زیادہ اپ کو کوئی نصیحت کرنے کا حقدار ہے،، میرا جو آپ پر حق ہے اس کی بنا پر کہتا ہوں، آپ یزید سے تعرض نہ کرے اپ اپنے گماشتے شہروں میں بھیجیں جو لوگو کو آپ کی بیعت کی دعوت دیں، اگر لوگوں نے پزیرائی کی تو اللہ کا شکر ادا کیجیئے اور اگر وہ آپ کے علاوہ کسی دوسرت پر مجتمع ہونا پسند کریں تو اس سے اللہ آپ کے مرتبے میں کچھ کمی نہیں ہونے دیگا،، مجھے ڈر ہے کسی گروہ کے ساتھ کسی شہر میں گئے اور لوگوں نے آپ کی مخالفت کی تو آپ زیر ہو جائیں گے تو آپ کا خون ضائع جائے گا اور آپ کی بے حرمتی ہوگی ،، امام عالی مقام نے فرمایا،، بھائی میں مکہ جانے کی کوشش کرتا ہوں، اگر وہاں اطمینان نصیب ہوا تو وہیں رہ پڑوں گا اور بات دوسری ہوئی تو صحراؤں کی طرف نکل جائوں گا پہاڑوں میں مسکن گزین ہوں گا وہاں اور لوگوں کا رویہ دیکھوں گا میں معاملہ آگے بڑھانا چاہتا ہوں پیچھے ہٹنا نہیں،، پھر آپ نے محمد بن حنفیہ سے فرمایا اللہ کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے تم نے نصیحت کا حق ادا کردیا،

قارئین کرام یہ تھی مقتل ابھی مخنف کی عبارت یہاں نہ تو کوئی اونٹنی کا ذکر ہے اور نہ اس کی نکیل کا،ذکر ہے اور نہ یہ یمن جانے کا مشورہ ہے، لیکن عبد مصطفی صاحب اور محمد علی صاحب نے

اس عبارت سے پورا زور اس پر لگا دیا کی وہاں اونٹنی تھی جبکہ مقتل ابی مخنف میں یہ عبارت ہے ہی نہیں جس عبارت سے پورا زور اونٹنی ثابت کرنے کے لیے لگایا گیا اور گھوڑا نہ ہونے کا انکار کیا گیا، تو اب آپ خوب اچھی طرح سمجھ سکتیں ہیں،،، اس دعوے کی حقیقت کیا رہ گئ،

نیز تاریخ طبری جزء الخامس صفحہ 342 پر بھی یہی عبارت ہے جو ہمنیں اوپر ذکر کی ہے ،وہاں بھی نہ تو اونٹنی کا ذکر ہے نہ ہی اس کی نکیل پکڑنے کا اور نہ ہی اس کی نکیل پکڑنے کا،،نہ ہی یمن جانے کا مشورہ کا ذکر ہے،،،

اسی طرح البدایتہ و النہایتہ میں بھی اس طرح کا کوئ ذکر نہیں ہے، جب یہ عبارت موجود ہی نہیں ہے تو اس کو دلیل بناکر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کی اونٹنی تھی گھوڑا نہیں تھا،

اس لیے اب ہم دوسری عبارت کا ذکر کرتے ہے،جس سے عبد مصطفی صاحب اور محمد علی صاحب نے گھوڑا نہ ہونے پر دلیل پکڑی ہے،-

وہ لکھتیں ہیں ،

(تاریخ طبری میں ہے)

فرزوق کو امام عالی مقام نے فرمایا اپنے پیچھے لوگوں کی باتیں بتاؤ تو اس نے کہا لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلوار بنو امیہ کے ساتھ امام عالی مقام نے ان سے فرمایا

تمام کام اللہ کو ہی زیب دیتے ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جس کی نیت صحیح ہو وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا یہ کہا اور اپنی اونٹنی کو حرکت دی اور السلام علیک کہا اور چل دیئے۔۔

قارئین کرام فرزوق کی ملاقات کوفہ کے راستیں میں ہوئ تھی،۔ اور طبری کی یہ عبارت،،

ثم حرک الحسین راحلتہ فقال السلام علیک ثم افترقا،،

کہ امام عالی مقام نے اپنی اونٹنی کو حرکت دی اور سلام کہا اور وہاں سے چل دیئے، اس بات پر دلالت کر رہی ہے کی آپ کوفہ کے راستیں میں بھی اونٹنی پر سوار تھے،،،

تاریخ طبری جلد 6 ص 218،،

اس عبارت میں راحلتہ کا لفظ ایا ہے آخر میں،، اور راحلتہ کا معنی سواری بار برداری اونٹنی جس پر سامان لادا گیا ہو، وغیرہ معنی ہے،، محمد علی صاحب نے اپنی کتاب میں لفظ راحلتہ پر بحث کرکے اس کا معنی اونٹنی ہی لیاہے چوکہ آپ کو اونٹنی ہی ثابت کرنی تھی اس لیے وہ معنی لیے اور عبد مصطفی صاحب جو کی بار بار محمد علی صاحب کی تقلید کر رہے ہے انہوں نے یہاں بھی انکی پیروی کرتے ہوئے اونٹنی ہونا بیان کیا ہے،،

لیکن ہمارے نزدیک اونٹنی کے معنی لینا صحیح نہیں،، راحلتہ کا معنی سواری بھی آتا ہے تو بہتر تھا یہ معنی لیئے جاتے آپ نے اپنی سواری کو حرکت کی اور چل دیئے،،اور اگر ہم محمد علی صاحب کی تحقیق کو

مانتے ہوئے اونٹنی مراد لے بھی لے تو بھی اس میں ایک احتمال یہ ہو گا کہ آپ سوار تو گھوڑے پر ہی تھے لیکن آپ کا سامان اونٹنی پر تھا تو جب چلنے کا ارادہ کیا تو اپنی اس اونٹنی کو حرکت دی جس پر سامان لدا ہوا تھا،،،یہ احتمال موجود رہے گا اس لیے بہتر یہی ہے یہ معنی لیے جائے اپنی سواری کو حرکت کی ،،، اور اگر ہم یہ بھی مان لے کہ یہاں مراد اونٹنی ہی ہے تو بھی اس سے یہ لازم نہیں اتا کی آپ کے پاس گھوڑا نہ ہو،، چونکہ ممکن ہے فرزوق سے ملاقات کے وقت آپ اونٹنی پر تشریف فرما ہو،، اس سے پہلے گھوڑے پر ہی سوار تھے چونکہ

طبری کے جس صفحہ سے محمد علی صاحب نے یہ عبارت نقل کی ہے اسی صفحہ پر یہ عبارت بھی موجود ہے ،کہ امام عالی مقام کو ایک قافلہ ملا جن سے آپ نے کرائے پر **اونٹنیاں** لی تھی کربلا تک کے لیے،، اگر امام عالی مقام اونٹنی پر پہلے سے ہی سوار تھے تو پھر کرائے پر **اونٹنیاں** کیوں لی اور یہ **اونٹنیاں** لینا بھی فرزوق کی ملاقات سے پہلے لینے کا ذکر ہے،،، تو ممکن ہے آپ نے اس وقت اپنی سواری بدل لی ہو اور گھوڑے پر سوار نہ ہوکر اونٹنی پر سوار ہو گئے ہو،، تو اس لیے صرف اونٹنی کے معانی لینا لفظ راحلتہ سے صحیح نہیں اگر معنی یہ لئے جائے جو ہمنیں ذکر کیئے ہیں یعنی اپنی سواری کو حرکت کی اس معنی میں دونوں شامل ہو جاتی ہے اونٹنی بھی اور گھوڑا بھی،،، اسلیے طبری کی اس عبارت سے اونٹنی مراد لینا صحیح نہیں ہے جبکہ اتنے

احتملات اس میں پائے جارہے ہو،،، مزید
محمد علی صاحب اور عبد مصطفی صاحب نے دونوں نے ایک ہی
روایت نقل کی ہے جس سے یہ دلیل پکڑی ہے امام عالی مقام کے
پاس صرف اونٹنی تھی گھوڑا نہیں تھا، آپ لکھتیں ہیں،
دلائل النبوتہ میں ہے،،

عن اصبغ بن بناته عن علی رضی الله عنه،، قال اتینا معه موضع
قبر الحسین رضی الله عنه ،فقال ههنا مناخر کابهم و موضع
رحالهم و ههنا محراق دماءهم فتیته من ال محمد یقتلون
بهذا العرصته تبکی علیهم السماء والارض،،،

دلائل نبوتہ جلد 2 صفحہ 744

ترجمہ - اصبغ بن بناتہ سے روایت ہے،، وہ حضرت علی سے بیان
کرتے ہیں فرمایا،،، کہ ہم حضرت علی کے ساتھ اس جگہ ائے جہاں
امام پاک کی قبر ہے،،تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ،،،یہ وہ
جگہ ہے جہاں ان کے اونٹ بیٹھیں گے اور ان کے کجاووں کی جگہ
ہے،، یہ جگہ ان کے خون گرائے جانے کی جگہ ہے آل محمد کے
جوانوں کو یہاں شہید کردیا جائے گا ان پر آسمان زمین روویں گے،۔
قارئین کرام اس روایت میں حضرت علی فرمارہے ہیں،، یہ وہ جگہ
ہے جہاں ان کے اونٹ بیٹھیں گے،،،یعنی خاندان اہل بیت کے
اس جگہ اونٹ بیٹھیں گے آپ نے اس جگہ کی نشان دہی فرمائی،۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے خاندان اہل بیت اونٹ پر سوار ہوکر ائے
اور انہوں نے اپنے اونٹوں کو اس کی جگہ باندھا ان کے کجاوے
رکھے،،، لیکن نہ جانے شیعہ سنی نے اہل بیت کے اونٹ کہان بھگا
دیئے اور اس کی جگہ گھوڑے لے ائے،،،، علامہ محمد علی نقشبندی
اس روایت سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کی گھوڑے موجود نہیں
تھے، صرف اونٹ موجود تھے، حال کہ اس روایت سے گھوڑا نہ
ہونے کی نفی نہیں ہوتی یعنی یہ فرمانا اونٹ یہاں بیٹھیں گے اس
سے یہ لازم نہیں اتا کی گھوڑے ہو ہی نہیں یہاں اونٹ بھیٹھیں
گے کا صرف اتنا مطلب ہے کہ آپ کی سواری کے جانور یہاں
بیتھیں گے جس طرح اس روایت میں آپ کے پاس دیگر سامان
موجود تھا مثلا الات جنگ ان کا ذکر اس روایت میں نہیں تو اس
سے یہ لازم نہیں اتا کی یہ الات اپ کے پاس نہ ہو،، اور پھر یہ
روایت ہمارے محقق علمائے کرام نے بھی ذکر کی ہے اپنی
تصنیفوں میں لیکن اس روایت سے ان بزرگوں نے بھی یہ نتیجہ
نہیں نکالا کی یہاں اونٹ بیٹھنے کا ذکر ہے تو گھوڑے ہو ہی نہیں
بلکہ وہ بزرگ بھی یہ جانتے تھے کی یہاں بیٹھ نے سے مراد اپ کی
سواریوں کا بیٹھنا ہیں،، اس لیے اس روایت سے گھوڑوں کی نفی
نہیں کی جاسکتی،، چونکہ بہت سے مقامات پر گھوڑوں کا ذکر ایا ہے
جس کو میں اگے ذکر کروں گا انشاء اللہ،،
جناب عبد مصطفی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے شاہ عبد العزیز

رحمہ اللہ کی کتاب **سر الشہادتین** سے اور ان صاحب نے بھی اس روایت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہاں گھوڑے نہیں تھے صرف اونٹ تھے،، لطف کی بات یہ ہے جناب عبد مصطفی کو اس روایت سے اپنا الو سیدھا کرنا تھا یعنی گھوڑے نہیں تھے اس بات کا اس لیے ان صاب نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کی کتاب سے صرف یہ روایت نقل کردی لیکن جس جگہ شاہ صاحب نے گھوڑا ہونے کا ذکر کیا ہے اس اس عبارت کو ان جناب نے لیا ہی نہیں اگر وہ ذکر کرتے تو پھر ان صاحب کا الو کیسے سیدھا ہوتا،،

شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ **سر الشہادتین** میں لکھتیں ہیں،،

جب امام عالی مقام زخموں سے نڈھال ہو گئے اور آپ کے اندر قوت نہ رہی آپ کو ایک تیر اکر لگا فسقط عن الفرس پھر آپ اپنے گھوڑے سے زمین پر تشریف لے ائے ،،،

سر الشہادتین صفحہ 62،،

قارئین دیکھا آپ نے شاہ صاحب نے اگرچہ اس روایت کو نقل کیا جس میں **اونٹ بیٹھنے** کا ذکر ہے لیکن اس روایت سے یہ دلیل ہر گز نہ پکڑی کی وہاں گھوڑے تھے ہی نہیں تبھی تو آپ نے گھوڑے والی روایت کو ذکر کیا ہے،،،

لہذا اونٹ بیٹھیں گے اس روایت سے گھوڑوں کی نفی کرنا صحیح نہیں ہے،

علامہ محمد علی صاحب اور جناب عبد مصطفی نے شیعوں کی

معتبر کتاب ناسخ التواریخ سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام عالی مقام کے پاس صرف اونٹنی تھی ، لیکن ہم آپ کو بتادیں کہ اس کا مصنف صرف اس بات کی نفی کرتا ہے کہ ذو الجناح نام کا گھوڑا نہیں تھا بلکہ اس نے گھوڑا ہونے کا اقرار کیا ہے اور کہا ہے امام عالی مقام کی دو سواریں تھی اونٹنی اور گھوڑا،

وہ لکھتا ہے کہ

پس اسپ بر انگیحنت و تیغ بر آھیحنت مکشوف باد کہ اسپ سید الشہداء راکہ ور کتب معتبرہ را بنام نوشتہ انداز افزوں از دو مال سواری نیست یکے اسپ رسول خدا کہ مرتجز نام داشت و دیگرے شترے کہ مسّناۃ می نامید ندو اسپ کہ ذوالجناح نام داشتہ باشد در ہیچک از کتب احادیث و اخبار و تواریخ معتبرہ من بندہ ندیدہ ام و ذوالجناح لقب شمر پسر لہیعہ حمیر یست واسپ ہیچ کس را بدیں نام نہ شیندہ ام - واگر اسپ چند کس راجناح نام بودہ بعد مربوط بہ ذوالجناح و منسوب بحسین نخواہد بودو اگر اسپ ہائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم راجناح نامید ند باز نشاید ذوالجناح گفت درہر حال بدیں نام اسپ نام دار نہ بودہ -

(ناسخ التواریخ ، جز ٢ ، جلد ٦ ، در احوال حضرت سید الشہداء ، صفحہ ٣٦٦ ، شمارہ مرکب ہائے حسین ، مطبوعہ تہران)

ترجمہ : پھر گھوڑا کودا اور آپ نے تلوار کھینچ لی واضح ہو کہ سید الشہداء (حسین رضی اللہ عنہ) کی سواری معتبر کتابوں میں دو نام

سے مذکور ہے - ایک گھوڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جس کا نام
مرتجز تھا - دوسری سواری اونٹ تھی - جس کو مسّناۃ کہتے تھے - اور
گھوڑا کہ جسے ذوالجناح کا نام دیا گیا ہے - حدیث ، اخبار اور تاریخ کی
کسی معتبر کتاب میں میں نے اس کا نام نہیں دیکھا - اور ذوالجناح
ایک شخص شمر بن لھیعہ کا لقب تھا - اور کسی کے گھوڑے کا یہ نام
میں نے نہیں سنا - اور اگر چند گھوڑوں کے نام ذوالجناح ہوں - اور
اس کے ساتھ "ذو" کا لفظ جوڑ کر ذوالجناح بنایا جائے - تو بھی یہ
گھوڑا حسین کا نہیں ہو سکتا - اور اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے
گھوڑوں کا جناح رکھیں - پھر بھی ذوالجناح کہنا غلط ہے - بہر حال اس
نام کا گھوڑا کوئی نہ تھا -

اس عبارت میں صرف گھوڑا ذو الجناح نہ ہونے کا ذکر ہے ،باقی خود
وہ اس کا اقرار کر رہا ہے کہ معتبر کتابوں سے دو سواری کا ہونا ثابت
ہے اونٹ اور گھوڑا،، تو اس عبارت سے بھی گھوڑا نہ ہونے کی نفی
نہیں ہوتی بلکہ گھوڑا ہونا اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے،،، ہم اس
بات کا انکار نہیں کررتے کہ آپ کی سواری اونٹنی ہو ہی نہیں اور
ابھی تک کے کلام میں ہمنیں اس کی نفی بھی نہیں کی ہمنیں کلام
صرف گھوڑے کے اثبات پر کیا ہے،، اب میں چند وہ عبارت ذکر
کرتا ہوں جس میں نہ تو راحلتہ رکب رحال وغیرہ کا لفظ نہ ہو بلکہ
فرس لفظ ہو تا کہ کسی طرح کا کوئی احتمال نہ رہے کہ یہاں پر یہ
مراد ہے یہاں یہ کسی طرح کی تاویل نہ ہو،، فرس کا معنی چھوٹا

چھوٹا سا طالب علم بھی جانتا ہے کہ اس کا معنی گھوڑا ہے،، تو میں صرف انہی عبارت کو ذکر کروں گا جس میں فرس ایا ہے،

امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں کے پاس گھوڑے ہونے پر دلائل

علامہ محمد علی اور جناب عبد مصطفی نے امام عالی مقام کا یہ قول نقل کیا ہے،، کہ امام عالی مقام نے فرمایا یہاں ہمارے اونٹ بیٹھیں گے،،،ان دونوں صاحبوں مراد یہ یہاں بھی اونٹ ہونا ثابت ہوتا ہے،، اگر گھوڑا ہوتا تو یہاں گھوڑوں کا ذکر ہوتا،،

جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا ائے ہے یہاں اونٹ بیٹھیں گے میں اونٹ کا ذکر ہونا یہ ثابت نہیں کرتا کہ گھوڑا ہو ہی نہیں،، خیر ان دونوں صاحبوں کو اپنا الو سیدھا کرنا تھا تو اس لیے صرف اونٹ کا ذکر کردیا ،اس کے اگے کی عبارت کو ان دونوں صاحبوں نے اڑا دیا حذف کردیا جی ہاں،، اس سے اگے کی عبارت ذکر کرتے تو پھر الو سیدھا کہاں ہوتا، اس کے آگے عبارت ہم ذکر کرتے ہیں،،

ثم نزل عن فرسہ و انشأ یقول

مقتل ابی مخنف صفحہ 75۔۔

جس کا معنی ہے کے پھر اس کے بعد **یعنی** جب اپنے ساتھیوں سے یہ بات فرمانے کے کہ ہمارے اونٹ یہاں بیٹھیں گے

امام عالی مقام اپنے گھوڑے سے اترے اور کچھ اشعار کہے،،۔اس عبارت کو دونوں نے حذف کردیا اگر ذکر کرتے تو پھر الو سیدھا

نہیں ہو پاتا،، دیکھا قارئین کرام اس عبارت کے اگے گھوڑے کا ذکر تھا تو اس عبارت کو لیا ہی نہیں،، کیوں کہ اس سے گھوڑا ہونا ثابت ہو رہا تھا،،۔

مقتل ابی مخنف میں ہے

وذلك يوم الأربعاء فوقفت فرس الحسين رضى الله عنه فنزل عنها وركب اخرى فلم تنبعت خطوته واحدته ولم يزل يركب فرسا بعد فرس حتى ركب سبعته افراس وهن على هذا الحال فلما راى ذلك

بدھ کے دن کربلا پہنچ گئے وہاں امام عالی مقام کا گھوڑا رک گیا۔ آپ نے دوسرا گھوڑا بدلا مگر وہ بھی ایک قدم نہ چلا۔ پھر آپ نے یکے بعد دیگرے سات گھوڑے بدلے مگر سب کا یہی حال رہا یعنی وہ اگے نہ بڑے۔ جب امام عالی مقام کربلا پہنچ گئے اور فرمایا یہیں اتر جاؤ یہاں ہماری سواریاں بند ھیں گی

ثم نزل عن فرسه ،،

پھر امام عالی مقام اپنے گھوڑے سے اتر ائے،،،

مقتل ابی مخنف صفحہ 75

سر الشہادتین میں ہے۔

جب امام عالی مقام زخموں سے نڈھال ہو گئے آپ کے اندر قوت نہ

فسقط عن الفرس،،

کہ امام عالی مقام گھوڑے سے اتر کر زمین پر تشریف لے ائے۔

سر الشہادتین صفحہ 62

جب عمر بن سعد نے جنگ کے لیے اپنے لوگوں کو دائیں بائیں کھڑا کیا تو امام عالی مقام نے بھی اپنے ساتھیوں کو کھڑا کیا۔

و جمع الحسین اصحابه فجعل زهیر بن قین و معه عشرون فارس وجعل فی المیسرته هلال بن نافع الجبلی و معه عشرون فارسا۔

امام عالی مقام نے بھی اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور میمنہ پر بیس گھڑ سواروں کے ساتھ زہیر بن قین کو متعین کیا۔
اور بیس گھڑ سواروں کے ساتھ میسرہ پر ہلال بن نافع جبلی کو متعین کیا۔۔

مقتل ابی مخنف صفحہ 99

امام عالی مقام جب قصر بنی مقاتل میں اترے ، اور رات کو جب آپ اونگ ائ اور پھر چونک کر کہا انا للہ و انا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین اور پھر آپ کے بیٹے گھوڑے پر سوار ہوئے آپ کے قریب ائے،،

قال ففعل ذلک مرتین او ثلاثتا، قال فأقبل الیه ابنه علی بن الحسین علی فرس،،

تاریخ طبری حلد 5 صفحہ 407

امام عالی مقام نے جب عمر بن سعد کے پاس بات کرنے کے لیے عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری کو بھیجا کہ وہ امام عالی مقام سے ملاقات کرے تو ،،وہ بیس گھڑ سوار لیکر نکلا،، اور امام عالی مقام بھی بیس گھڑ سوار لیکر نکلے،،

بعث الحسین رضی الله عنه الی عمر بن سعد عمر بن قرظته بن کعب الانصاری . ان القی اللیل بین عسکری و عسکرك . فخرج عمر بن سعد فی نحو من عشرین فارسا و اقبل حسین فی مثل ذلك ، ،

تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 413

امام عالی مقام عصر کی نماز کے بعد بیٹھے تھے، عباس بن علی ائے اور کہا بھائی جان وہ لوگ اگئے ہیں،، امام عالی مقام نے فرمایا گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور ان لوگوں سے ملو پوچھو کیا چاہتے ہیں، تب حضرت عباس بیس گھڑ سواروں کے ساتھ نکلتے ہیں جن میں زبیر بن قیس حبیب بن مظاہر بھی تھے،،،

وقال العباس بن علی یا اخی أتاك القوم . قال فنهض، ثم قال یا عباس ارکب بنفسی انت یا اخی حتی تلقهم فتقول لهم ما لکم . وما بدا لکم و تسألهم عما جاء بهم . فأناهم العباس فسقبلهم فی نحو عشرین فارسا فیهم زهیر بن القین و حبیب ابن مظاهر

تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 416

جب عاشورا کا دن ایا فجر کے وقت امام عالی مقام نے اپنے انصار کی صفیں ترتیب دی ان کے ساتھ صبح کی نماز ادا فرمائ، امام عالی مقام کے ساتھ 32 گھوڑے اور 40 پیادے،،

وصلی بھم صلاتہ الغداتہ ، و کان معہ الثنان و ثلاثون فارسا و اربعون راجلا،،،

تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 422

قارئین کرام دیکھا آپ نے عبد مصطفی اور علامہ محمد علی نے ایک بھی گھوڑا نہ ہونے کا انکار کیا ہے لیکن آپ خد اس عبارت میں دیکھ سکتیں ہیں آپ کے پاس 32 گھوڑے تھے اتنی واضح اور صریح عبارتے موجود ہونے کے بعد بھی گھوڑا نہ ہونے کا ان دونوں حضرات نے نہ جانے کیوں انکار کردیا،،

انا للہ و انا الیہ راجعون،

جب دشمنوں نے حملہ کرنا شروع کیا تو زہیر بن قین گھوڑے پر سوار ہتھیار لیکر بہار نکلے،،،

خرج الینا زہیر بن قین علی فرس

تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 426

جب مسلم بن عوسجہ نے امام عالی مقام سے تیر مارنے کی اجازت طلب کی تو امام عالی مقام نے فرمایا میں یہ پسند نہیں کرتا کہ پہل ہماری طرف سے ہو ،،اپ کے ساتھ ایک گھوڑا تھا جس کا نام لاحق تھا، اس گھوڑے پر علی بن حسین کو سوار کیا اور آپ نے اونٹنی کو

طلب کیا۔ اس پر سوار ہوئے اور بہت بلند اواز سے پکار کر کہا جسے سب لوگوں نے سنا،

فقال لہ الحسین لا ترمہ فانی اکرہ ان ابدأھم، وکان مع الحسین فرس لہ یدعی لاحقا حمل علیہ ابنتہ علی بن الحسین، قال فلما دنا منہ القوم عاد براحلتہ فرکبھا، ثم نادی بأعلی صوتہ دعاء یسمع جل الناس،،

تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 424

امام عالی مقام کو جب پیاس کا غلبہ ہوا تو آپ نے حضرت عباس کو بلایا اور تیس گھڑ سوار اور بیس پیادوں کے ساتھ اپ کو پانی لینے بھیجا،،

و لما اشتد علی الحسین و اصحابہ العطش دعا عباس بن علی فبعثہ فی ثلاثین فارسا و عشرین راجلا،،

تاریخ طبری 413

البدایتہ و النھایتہ میں ہے

و صلی الحسین ایضا باصحابہ وھم اثنان و ثلاثون فارسا و اربعون رجالا،،

امام عالی مقام نے نماز فجر پڑھی اور اپ کے ساتھیوں نے بھی، جن میں بتیس گھڑ سوار اور چالیس پیادے تھے،،

بدایتہ و النھایتہ جلد 8 صفحہ 178،،

اسی صفحہ پر ہے جب امام عالی مقام میدان میں جانے لگے تو اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے

ثم رکب الحسین علی فرسہ،

پھر امام عالی مقام گھوڑے پر سوار ہوئے،،

بدایتہ و النھایتہ جلد 8 صفحہ 178

قارئین کرام اس عبارت میں 32 گھوڑوں کا ذکر ہے جو کہ اس بات پر دلالت کرتا ہے اپ کے پاس کئ گھوڑے تھے،،۔

میں نے یہاں مقتل ابی مخنف بدایہ اور طبری کی چند عبارتوں کا ذکر کیا ہے جس میں لفظ فرس ایا ہے میں سمجھتا ہو انصاف پسندوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے، اسی لیے میں دیگر کتب سے. مزید دلائل نہ لاکر بات کو یہی ختم کرتا ہوں ،،

(ایک اعتراض اور اس کا جواب)

علامہ محمد علی اور عبد مصطفی نے الکامل فی التاریخ کے حوالہ سے کہ امام عالی مقام اونٹ پر سوار ہوئے اور بلند اواز دی جسے سب لوگوں نے سنا،،

یہ دونون حضرات اس سے یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ اگر گھوڑا ہوتا تو اس پر سوار ہوتے، اونٹنی پر سوار ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے وہاں گھوڑے نہیں تھے،،پھر خود ہی کہتے ہیں جب اونٹنی ہی تھی میدان میں بھی تو نہ جانے گھوڑا کون اور کہاں سے لایا،،، میں کہتا ہوں امام عالی مقام کا اونٹنی پر سوار ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ گھوڑا تھا ہی نہیں،، اگر دو سواری ہو ان میں سے ایک پر سوار ہو جائے تو اس سے یہ لازم تو نہیں اتا کہ سواری ایک ہی ہو،، اسی لیے ان دونوں حضرات کا یہ کہنا غلط اور بلا دلیل کہ ہے کہ وہاں گھوڑا تھا ہی نہیں،، محمد علی صاحب نے کہا نہ جانے کون اور

کہاں سے گھوڑا لایا،، تو اس کا جواب میں دیتا ہوں گھوڑا امام عالی مقام اپنے ساتھ ہی لائے تھے جس کا نام لاحق تھا،، اور جس عبارت سے اپنے اونٹنی ہونے کی دلیل پکڑی ہے وہاں پر گھوڑے کا ذکر بھی ہے جس کو آپ نے ذکر نہ کیا اگر کرتے تو پھر اپ کا الو کیسے سیدھا ہوتا،،

خلاصہ کلام یہ ہے

ان دلائل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ امام عالی مقام اور اپ کے ساتھیوں کے پاس گھوڑے تھے گھوڑوں کا انکار نہیں کیا جا سکتا انصاف پسندوں کے لیے اتنے دلائل کافی ہے اس لیے میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ کتب میں جگہ و جگہ گھوڑے ہونے کا ذکر آیا ہے،، جہاں کہیں اونٹنی ہونے کا ذکر ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے چونکہ سواریو میں اونٹنی کا ذکر بھی ایا ہے جس کی واضح دلیل یہ ہے فرزوق سے ملاقات سے پہلے ایک قافلہ والوں سے آپ نے کرائے پر اونٹ و اونٹنیاں لی تھی کربلا تک کے لیے آپ کی دو سواریاں تھی اونٹنی اور گھوڑا اور آپ نے جب چاہا جہاں دونوں سواری میں سے ایک کا استعمال کیا،، اس لیے دونوں میں تعرض نہیں،،

واللہ اعلم بالصواب،

فقیر حنفی

(کربلا میں پانی بند ہونے کی تحقیق،)

خطیب حضرات عام طور پر یہ بیان کرتے ہیں،، کہ کربلا میں ایک بوند بھی پانی نہیں تھا،، تین دن تک بھوکے پیاسے رہے ، ذرا بھی پانی نہیں تھا خطیب حضرات نے شاید یہ نتیجہ اس روایت سے نکالا ہے کے 7 محرم کو پانی پر بہت سخت پہرا لگا دیا گیا تھا تاکہ کوئ پانی نہ لے جا سکے،، یہ روایت تمام کتب میں موجود ہے ۔ لیکن اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ پانی موجود ہی نہ ہو۔ اسی پر انشاء اللہ میں تحقیقی بحث کروں گا۔

قارئین کرام ہمیں کسی بھی معتبر کتب میں کہیں نہیں ملا کی ایک بوند بھی پانی نہیں تھا، بلکہ تحقیق کے مطابق پانی موجود تھا اور اتنا زیادا تھا کی امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں نے اس سے غسل فرمایا،، اور یہ بھی مشہور ہے کہ کربلا بے آب و گیاہ میدان تھا، یہ غیر معتبر بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کربلا میں نرکل اور بانس کا جنگل تھا یہ ریگستان نہ تھا۔ یہ میدان دریائے فرات یا اس سے نکلنے والی نہر کا کنارہ تھا۔، قارئین کرام پانی نہ ہونے کی بات لوگوں کے دماغ میں اس طرح بیٹھی ہوئ ہے کہ کسی کو اگر اس بات کو سمجھانے کی کوشش کرو تو آپ کو وہ گستاخ اہلبیت یا اپ کو گالی بھرے القابات سے یاد کرے گا،،

فقیر نے جب پہلی بار یہ کہا تھا پانی موجود تھا تو گویہ کہ جیسے کوئ کفر بول دیا ہو یا یہ کی امام عالی مقام کی شان میں گستاخی کردی ہو،، یہ سنکر چند شر پسندوں نے ایک مفتی صاحب کو فقیر سے بات کرنے

کے لیے کہا اب وہ مفتی صاحب بھی ایسے کہ نہ تو تحقیق کی نہ ہی کچھ کرا اور بات پر تیار ہو گئے جب ان سے بات ہوئ اور ہمنیں ان کو کتب کے حوالے دیئے تو بیچار بولے ہمنیں یہ کتابیں نہیں پڑھی۔ بہر حال کربلا میں پانی موجود تھا اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے

طبری میں ہے،،

ولما اشتد علی الحسین و اصحابہ العطش دعا العباس بن علی بن ابی طالب اخاہ ، فبعثہ فی ثلاثین فارسا و عشرین راجلا و بعث معھم بعشرین قربتہ فجاءوا حتی دنوا من الماء لیلا و استقدم امامھم باللواء نافع بن ھلال الجملی ، فقال عمرو بن الحجاج الزبیدی من الرجل، فجیء فقال، ما جاء بک، قال جئنا نشرب من ھذا الماء الذی حلأتمونا عنہ،، ھنسیا، قال لا واللہ،، لا اشرب منہ قطرتہ و حسین عطشان و من تری من اصحابہ فطلعوا علیہ۔، فقال لا سبیل الی سقی ھؤلاء انما وضعنا بھذا المکان لنمنعھم الماء،، فلما دنا منہ اصحابہ قال لرجالہ،۔ املئوا قربکم،، فشدر الرجالتہ فملوئوا قربھم وثار الیھم عمرو بن الحجاج و اصحابہ فحمل علیھم العباس بن علی و نافع بن ھلال فکفہ وھم، ثم انصرفوا الی رحالھم ، امضوا و وقفو دونھم فعطف علیھم عمرو بن الحجاج و اصحابہ واطردو قلیلا ان رجالا من صداء طعن من اصحاب عمرو بن حجاج طعنہ نافع بن ھلال فظن انھا لیست بشء ، ثم انھا انتقضت بعد ذلک فما منھا وجاء اصحاب حسین بالقرب فادخلوھا علیہ،،

جب آپ پر اور اپ کے انصار پر پیاس کا غلبہ ہوا، تو اپ نے اپنے بھائی عباس بن علی رضی اللہ علہ کو بلایا تیس گھڑ سوار بیس پیادے بیس مشکیں ان کے ساتھ کردی اور پانی لانے کے لیے روانا کیا۔ یہ لوگ رات کے وقت نہر کے قریب پہنچے نافع بن ھلال جلی علم لیے ہوئے سب سے اگے بڑھ گئے، ابن حجاج کہنے لگا کون ہے آو کیوں اۓ ہو۔ نافع نے کہا ہم تو یہ پانی پینے اۓ ہیں۔، جس پر تم لوگوں نے پہرا دیا ہوا ہے۔ اس نے کہا پانی پی لو کہا امام عالی مقام کو پیاس لگی ہے اور ان کے ساتھیوں کو ان کے بغیر ہم ایک قطرہ بھی نہ پیوں گا۔، اتنے میں اور لوگ بھی اس کے سامنے اۓ ابن حجاج نے کہا ان لوگوں کو پانی پلانا ممکن نہیں۔ ہم اسی کے لیے پہرا دیں رہے ہیں، نافع کے ساتھ والے جب اۓ تو انہوں نے پیادوں سے کہا اپنی اپنی مشکیں بھر لو۔ پیادے دوڑ پڑے سب نے مشکیں بھر لی ابن حجاج نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ انپر حملہ کیا۔یہ دیکھکر عباس بن علی نافع بن ھلال نے بھی انپر حملہ کیا۔ سب کا منہ پھیر دیا پھر اپنے خیموں کی طرف واپس جانے لگے پیادوں سے کہا نکل جاؤ اور خود دشمنوں کو روکنے کے لیے ٹھیر رہے،، عمرو بن الحجاج اپنے ساتھیوں کے ساتھ پھر ان لوگوں پر پلٹ پڑا اور ہٹا دیا اصحاب ابن حجاج میں سے ایک شخص پر نافع بن ھلال نے نیزہ کا وار کیا جس سے اس کو زجم لگا بعد میں وہ پھٹ گیا اور وہ مر گیا اور انصار امام عالی مقام کی بارگاہ میں پانی سے بھری مشکیں لیکر اۓ اور اپ کی خدمت میں پیش کردی

قارئین کرام دیکھا آپ نے اس روایت میں ہر چند کے پانی لے جانے کے لیۓ جنگ ضرور ہوئ لیکن وہ بیس مشکیں پانی امام عالی مقام کی خدمت میں پہنچا اس روایت کی رو سے آپ یہ نہیں کہ سکتیں کے پانی موجود نہ تھا،، مزید ایک روایت اور دیکھیں ،، طبری میں ہے،،

حضرت امام عالی مقام سے حضرت زینب اہ وزاری کرتی ہے اور کہتی ہے یہ لوگ آپ کو کیا قتل کریں گے اور آپ اہ وزاری کر رہی تھی کہ بے ہوش ہوکر گر جاتی ہیں،۔ امام عالی مقام اگے ائۓ اور آپ کے چہرہ پر پانی چھڑکا۔،

و خرت مغشیا علیھا فقام الیھا الحسین فصب علی وجھا الماء۔

تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 420۔

البتایتہ والنھایتہ میں ہے

فعدل الحسین الی خیمتہ قد نصبت

فاغتسل فیھا وانطلی بالنورتہ وطیب بمسک کثیر۔ و دخل بعدہ بعض الأمراء ففعلوا کما فعل۔

امام عالی مقام نے جب اپنے ساتھیوں کی صف بندی کردی پھر آپ اپنے نصب کیۓ ہوۓ خیمے میں واپس ائۓ اور آپ نے غسل کیا چونے کی مالش کی بہت سی کستوری کی خوشبو لگائ،، پھر آپ کے بعد کچھ امراء ائۓ انہوں نے غسل کیا خوشبو لگائ،،

البدایتہ والنھایتہ جلد 8 صفحہ 179

قارئین کرام دیکھا آپ نے بدایتہ کی عبارت بلکل صاف بتا رہی

ہے امام عالی مقام اور اپ کے بعض ساتھیوں نے غسل کیا،، اب جب اپ نے اور اپ کے ساتھیوں نے غسل کیا تو پانی بلکل موجود ہی نہ تھا اس کی کیا حقیقت رہ گئ آپ بخوبی سمجھ سکتیں ہیں،،،

اسی البدایتہ والنہایتہ میں ہے

حضرت امام عالی مقام سے حضرت زینب اہ وزاری کرتی ہے اور کہتی ہے یہ لوگ آپ کو کیا قتل کریں گے اور آپ اہ وزاری کر رہی تھی کہ بے ہوش ہوکر گر جاتی ہیں،۔ امام عالی مقام اگے ائے اور آپ کے چہرہ پر پانی چھڑکا۔۔،

وخرت مغشیا علیھا فقام الیھا الحسین فصب علی وجھھا الماء۔

البدایتہ والنہایتہ جلد 8 صفحہ 177

قارئین کرام یہ روایت ہم طبری کے حوالہ سے بھی نقل کر ائے ہے ،، حضرت زینب بے ہوش ہوکر گر جاتی امام عالی مقام اگے بڑھ کر پانی چھڑکتے ہیں آپ کے چہرہ پر،،، غسل کرنے کے لیے پانی ہے چہرے پر پانی ڈالنے کے لیے بھی پانی ہے تو کیا پانی صرف پینے کے لیے نہیں تھا، یہ سوال آپ پر چھوڑتیں ہیں، اتنا پانی ہونے کے بعد بھی کیا بچوں کے لیے پانی نہ تھا کہ امام عالی مقام کو پانی مانگنے جانا پڑا۔،

یہ تمام روایت اس بات پر صاف دلالت کرتی ہے کے پانی موجود تھا، اور یہ روایات پانی موجود ہونے کی شیعوں کی کتب میں بھی مذکور ہے ،، ملا باقر مجلسی نے مجمع البحار میں دسویں محرم کی صبح تک وافر مقدار میں پانی کا ذکر کیا ہے،،

ثم قال لاصحابہ قوموا فاشربوا من الماء یکن آخر زادکم و توضؤوا واغتسلوا و اغسلوا ثیابکم لتکون اکفانکم ثم صلی بھم الفجر،،۔

پھر امام نے اپنے اصحاب سے فرمایا اٹھو پانی پیو شاید تمہارے لئے یہ دنیا میں پینے کی آخری چیز ہو اور وضو کرو۔ نہاؤ اور اپنے لباس کو دھولو تاکہ وہ تمہارے کفن بن سکیں، اس کے بعد امام حسین نے اپنے اصحاب کے ہمراہ نماز فجر باجماعت پڑھی،،۔

بحار الانوار جلد 44 صفحہ 217

اسی بحار الانوار میں ایک اور پانی کی روایت ہے،،

امام عالی مقام کو جب پیاس لگی تو آپ نے حضرت عباس اور ان کے ساتھ کچھ ساتھیوں کو پانی لانے کے لیے بھیجا،، وہاں یزیدوں سے لڑائی ہوئی ،لیکن پانی لیکر واپس اگئے ،،

فشرب الحسین و من کان معہ

پھر وہ پانی امام عالی مقام اور اپ کے ساتھیوں نے پیا،۔

بحار الانوار جلد 44 صفحہ 253

ملا باقر مجلسی جو کہ شیعہ ہے وہ لکھتا ہے،،

امام عالی مقام کے ساتھیوں کو جب پیاس لگی تو انہوں نے امام عالی مقام سے اکر پیاس کے بارے میں عرض کی، تو امام عالی مقام نے اپنے ہاتھ میں بیلچہ لیا خیمہ سے بہار ائے اور نو قدم قبلہ کی طرف چلے وہاں ایک بیلچہ زمین پر مارا۔ اور وہاں سے چشمہ شیریں اب پانی ظایر ہوا۔پھر امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں نے اس چشمہ سے پانی پیا اور مشکیں وغیرہ بھر لی،،

جلاء العیون اردو جلد 2 صفحہ 222

اس کتاب کے اسی صفحہ پر یہ روایت بھی نقل ہے،،
امام عالی مقام نے حضرت عباس کو تیس سوار اور 32 پیادوں کے ساتھ پانی لینے بھیجا اور وہ لوگ پانی لیکر ائے۔،
قارئین کرام یہ دونوں روایت پانی ہونے پر دلالت کرتی ہیں،، پہلی روایت میں امام عالی مقام نے بیلچہ سے پانی نکالا ،اور دوسری روایات میں، امام عالی مقام کے اصحاب کا پانی لیکر انا،، اس بات پر دلالت کرتا ہے 3 دن پانی کا ایک قطرہ بھی نہ تھا یہ غیر معتبر بات محض افسانہ ہے،،
شیعوں کی کتاب ریاض القدس میں ہے ،۔
امام عالی مقام نے کدال زمین پر مارا وہاں پانی کا چشمہ نکل ایا،،

ریاض القدس جلد 1 صفحہ 366

اسی کتاب کے صفحہ 362 پر حضرت عباس کے پانی لانے والی روایت بھی مذکور ہے،،

اسی کتاب کے صفحہ 410 پر

بریر ابن خصیر کا نہر فرات سے پانی لیکر انا،،یہ روایت بھی مذکور ہے ،،
پانی موجود ہونے کی روایت کے بارے میں مفتی شریف الحق رحمہ اللہ فرماتے ہیں، امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں نے عاشورا کی صبح کو غسل فرمایا یہ روایت بدایہ نہایہ میں ہے
فعدل الحسین الی خیمتہ قد نصبت

فاغتسل فیھا واطلی بالنورتہ وطیب بمسک کثیر۔ و دخل بعدہ بعض الأمراء ففعلوا کما فعل۔

امام عالی مقام نے جب اپنے ساتھیوں کی صف بندی کردی پھر آپ اپنے نصب کیئے ہوئے خیمے میں واپس ائے اور آپ نے غسل کیا چونے کی مالش کی بہت سی کستوری کی خوشبو لگائی،، پھر آپ کے بعد کچھ امراء ائے انہوں نے غسل کیا خوشبو لگائی،،، بلکہ اسی ایک صفحہ پہلے یہ روایت بھی ہے

و خرت مغشیا علیھا فقام الیھا و صب علی و جھھا الماء،،،

حضرت زینب بیہوش ہوکر گر پڑی امام عالی مقام پاس گئے اور ان کے چہرے پر پانی چھڑکا،

طبری میں بھی یہ روایت ہے بلکہ رافضیوں کی کتب میں بھی ہے،، ہمارے یہاں کے شیعوں نے نقن میاں کو بلایا تھا،، جو مجھتہد تھے،، اُنہوں نے تقریر میں یہ روایت بیان کی جس پر جاہلوں نے بہت شور کیا ان کو گالیاں دی،،ایک جاہل نے یہاں تک کہ دیا کہ اگر ایسے دو ایک واعظ آگئے تو ہمارا مذہب میں مل جائے گا،، جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس روایت میں استبعاد نہیں ہے،، صحیح ہو سکتی ہے یہ صحیح ہے کہ سات محرم کو ابن زیاد کے حکم سے نہر فرات پر پہرہ بیٹھا تھا۔ کہ امام عالی مقام کے لوگ پانی نہ لینے پائیں۔، مگر یہ بھی روایت ہے اس پہرے کے باوجدو حضرت عباس کچھ لوگوں کو لیکر کسی نہ کسی طرح پانی لایا کرتے تھے۔، لشہادت کے ذاکرین لیکن آب بندی کی روایت کو جس طرح بیان کرتے ہیں۔،

اگر نہ کرے تو محفل کا رنگ نہیں جمیگا۔، اس روایت میں اور وقت شہادت علی اصغر و حضرت علی اکبر کا پیاس سے جو حال مذکور ہے منافات نہیں۔،

ہو سکتا ہے صبح کو پانی اس قدر ہو کہ سبنے غسل کرلیا پھر پانی ختم ہو گیا،جنگ شروع ہو جانے کی وجہ سے فرات کے پہرے داروں نے زیادا سختی کردی ہو ،، اس کی تائد اس سے بھی ہو رہی ہے کے حضرت عباس فرات سے مشک بھر کر لارہے تھے کہ شہید ہوئے،، ہمیں اس پر اصرار نہیں کہ یہ روایت صحیح ہے ۔، مگر میں قطعی یہ حکم بھی نہیں دے سکتا کہ یہ روایت غلط ہے، تاریخی واقعات جذبات سے نہیں جانچے جاتے۔،

حقائق اور روایات کی بنیاد پر جانچے جاتے ہیں،،

فتاوی شارح بخاری جلد 2 صفحہ 68

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول قاسمی لکھتیں ہیں،

دسوی محرم کو امام عالی مقام اور اپ کے ساتھیوں نے غسل کیا خوشبوں لگائ ، غسل خانے کے طور پر ایک الگ خیمہ موجود تھا۔

سانح کربلا صفحہ 8

(کیا میدان کربلا ریگستان تھا)

لوگوں میں یہ مشہور ہے کربلا بے اب میدان تھا یہ غیر معتبر بات ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کربلا میں نرکل اور بانس کا جنگل تھا یہ ریگستان نہ تھا یہ میدان دریائے فرات یا اس سے نکلنے والی نہر کا کنارا تھا،، امام عالی مقام اور اپ کے ساتھیوں کو یہ تجربہ ہوگیا تھا کہ ذرا سا کھودنے پر پانی نکل ائے گا اسی لیے امام عالی مقام اور اپ کے ساتھیوں
نے کدال سے پانی نکالنے کے لیے زمین کو کھودا تھا،،، الفتوح میں ہے،۔

فقد بلغنی ان الحسین یشرب الماء هو و اولاده وقد حفروا الا بار و نصبوا الاعلام فانظر اذا ورد علیک کتابی هذا فامنعهم من حفر الا بار ما استطعت و ضیق علیهم ولا تدعهم یشربوا من ماء الفرات قطرته واحدته،،

ابن زیاد نے کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ امام عالی مقام نے اور ان کی اولاد و اصحاب نے پانی پینے کے لئے کنویں کھود رکھے ہیں۔ اور میدان میں جھنڈے گاڑ رکھے ہیں خبر دار میرا خط جب تمہیں مل جائے تو مزید کھدائی سے روک دیں اور انہیں اتنا تنگ کیا جائے وہ فرات سے ایک قطرہ بھی نہ پی سکیں،،۔

الفتوح جلد 5 صفحہ 91

قارئین کرام دیکھا اپ نے کربلا ایک ایسا میدان تھا جو بے اب نہ تھا،، بلکہ اس کے قریب نہر فرات تھی اور اس دور میں

اس میں بڑے بڑے جہاز و کش تیاں چلا کرتی تھی،، اب ظاہر سی بات ہے جب ایسی نہر پاس میں ہو تو پانی کھودنے پر نکل ہی آے گا،،

یاقوت حموی معجم البلدان میں لکھتے ہیں

اور طف کوفہ کے پاس کی وہ میدانی زمین ہے جو صحرائے شام کے راستے میں اتی ہے۔ جہاں حسین بن علی مقتول ہوئے تھے۔

اور یہ زمین سر سبز و شاداب اور زرخیز صحرائ زمین ہے۔ جس میں متعدد پانی کے چشمے بہتے ہیں۔ جن میں الصید القفقتانہ ، وہمیہ چشمہ جمل اور اس جیسے اور کئ چشمے بہتے ہیں۔،

معجم البلدان جلد 6 صفحہ 51،

قارئین کرام دیکھا آپ نے یاقوت حموی نے صاف صراحت کردی کہ وہاں پانی کے متعدد چشمے جاری تھے،۔ اب اپ باخوبی سمجھ سکتیں ہیں،۔ اگر ایسے میں زمیں کو کھودا جائے تو پانی بلکل نکل سکتا ہے،۔

اس طرح ایک روایت حضرت امام باقر رحمہ اللہ سے کی گئ ہے، کہ جب امام عالی مقام نے ابن زیاد کو دیکھا تو آپ نے کربلاء کا رخ کرلیا، وہاں بانس اور نرکل کے جنگل کو اپنی پشت پر لیا اور مضبوطی سے جم گئے،،،

اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کربلاء ریگستانی میدان نہ تھا بلکہ نرکل اور بانس جہاں چشمہ جاری تھے ایسا میدان تھا،۔

خلاصہ کلام یہ ہے کربلا میں پانی موجود، آپ نے آپ کے ساتھیوں نے بھی غسل کیا،،

اور میدان کربلا ایک ایسا میدان تھا جہاں پانی کے چشمے جاری تھے کہ وہاں زمین کھودی جائے تو پانی نکل ائے،، اسلیے امام عالی مقام نے زمین کھود کر بھی پانی کا چشمہ **نکالا** تھا،،

(7 محرم الحرام سے پانی بند ہونے والی روایت اور راوی کا جائزہ)

جس وقت سے ابن سعد نے کربلا میں قدم رکھا اسی وقت سے اس کے اور امام عالی مقام کے درمیان نامہ پیام اور ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اور اس کا نتیجہ ابن سعد ابن زیاد کے درمیان خط و کتابت کی شکل میں ظاہر ہوا۔، جس کا حاصل کلام کہ ابن سعد امام عالی مقام کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرے۔،

اس سلسلہ میں کئ ایک روایت ہیں،، جس کا مجموعی طور پر تجزیہ یہ بنتا ہے کہ طرفین کا یہ سلسلہ بلکل آخر وقت تک قائم رہا اور دو روایتیں تو یہ صراحت کے ساتھ بتاتی ہیں یہ سلسلہ نو تاریخ کی شام کو بند ہوا۔، معاملات کے اس پس منظر میں ذرا غور کرکے دیکھنا چاہئے کہ سات تاریخ سے بندش آب کا حکم بلکہ اس کے نفاذ کو بتانے والی روایت کے ماننے کی گنجائش کہاں سے نکل سکتی ہے،۔

قتل و قتال کی حالت میں تو جو دس تاریخ کو بندش آب کی کاروائ با مقصد با معنی ہو سکتی تھی۔، مزید براں کیا یہ ممکن ہے کہ سات

تاریخ سے ایسا ہوا ہو اور دس تاریخ سے پہلے کہیں کوئ پانی بند
ہونے کی شکایت کی روایت نہ پائ جائے تمام شکایتی بیانات دس
تاریخ کی ہی ذیل میں

آتیں ہیں اس سے پہلے کوئ بیان نہیں ملتا حالانکہ دونوں فریقوں
میں برابر رابطہ چل رہا تھا۔ لیکن کہیں کوئ پانی بند ہونے کی کوئ
شکایت نہیں ہوئ۔،

روایت میں اس بات کی صراحت تو ہے کہ بندش آب کی صورت
یہ تھی کہ گھاٹ روکا گیا تھا۔،

پس عمر ابن سعد نے عمر بن الحجاج کو پانچ سو سواروں کو بھیجا اور وہ
گھاٹ پر جا اتریں امام عالی مقام اور آپ کے ساتھی اور پانی کے
درمیان حائل ہو گئے،،۔

اس کے علاوہ اس بات کی بھی علامت روایت میں پائ جاتی ہے۔،
یہ کاروئ دس تاریخ کو عمل میں ائ جو جنگ کا دن تھا، کیونکہ
روایت میں اگرچہ مذکورہ بالا الفاظ کے بعد۔، و ذالک قبل قتل
الحسین بثلاث ،،یہ امام عالی مقام کی شہادت سے تین دن پہلے کی
بات ہے،، کہ الفاظ اتے ہیں مگر فورا دس تاریخ کا قصہ شروع ہو
جاتا ہے اس سے پہلے کی کوئ بات نہیں

حمید کہتا ہے کہ عبد اللہ بن ابی الحصین ازدی امام عالی مقام کے
مقابلہ پر ایا اور کہا کہ حسین تم پانی کو دیکھ رہے ہو کیسا اسمان کی
طرح شفاف ہے قسم خدا کی تم اس میں سے ایک قطرہ بھی نہ پی

سکوگے حتی کہ پیاس سے دم نکل جائے،۔

سمجھ نہیں اتا شہادت سے پہلے

کیوں اس طرح کے الفاظ روایت میں ذکر کیئے گئے ہیں، امام عالی مقام کا مقابلہ دس تاریخ سے پہلے کہیں مروی نہیں اور پانی کی شکایت بھی دس تاریخ سے پہلے کہیں بیان نہیں کی گئ،،۔ اس روایت کا تضاد کا پتہ اس سے بھی چل جاتا ہے جب دس تاریخ سے پہلے ایسا کوئ معاملہ ہوا ہی نہیں نہ تو کسی سے جنگ ہوئ اور نہ پانی کی شکایت ہوئ،، اور یہ روایت دس تاریخ سے پہلے دونو باتوں پر دلالت کرتی ہے،، اس لیے یہ روایت تضاد سے خالی نہیں۔،،

(اور خود راوی حمید بن مسلم کا حال)

اس روایت کے رواى حمید پر بھی نظر ضروری ہے ،،واقعہ کربلا میں اس کی روایت بہت ساری ہیں جن میں اس بات کے واضح قرائن ہیں کہ اس کی روایتیں جعلی ہے بلکہ یہ خود بھی جعلی ہے

یہ شخص کبھی اہلبیت کا اتنا ہمدرد نظر آتا ہے گویہ کے معلوم ہوتا ہے یہ انہی کی صف میں ہو،، کہتا ہے حصرت زین العابدین کو جو بھی مارنے اتا میں اس کو واپس کردیتا اور کبھی یزیدی فوج میں اس طرح نظر آتا،، کہ اہلبیت کی شہادت کی خبر پہنچانے اور امام عالی مقام کے سر کو خود لیکر جاتا ہے۔۔، اس کی روایات پر کلام کیا جائے تو بہت طویل کلام ہو سکتا ہے چند روایات کی نشاندہی کرتا ہوں،،، حمید بن مسلم کہتا ہے کربلا سے عمر بن سعد نے اپنے گھر

روانا کیا مجھے تا کہ اس ک ی خیر عافیت اور فتحیابی کی خبر سنائے،۔
اور یہ کام کر کے جب وہ ابن زیاد کے پاس گیا تو وہاں امام عالی مقام کا سر رکھا تھا،، اور قافلہ حسین کے افراد بھی موجود تھے۔،
جبکہ یہی شخص ایک مقام پر کہتا ہے کہ عمر بن سعد نے اس کو اور اس کے ساتھ ایک شخص کو ابن زیاد کے پاس امام عالی مقام کا سر لیکر بھیجا۔۔ یعنی اس کی ایک روایت کے مطابق سر پہنچانے والا یہ خود تھا،، اور دوسری روایت کے مطابق سر پہنچانے والا کوئ اور تھا،،
جب یہ خود سر لیکر گیا تو پھر یہ یوں کیوں کہتا ہے ابن زیاد کے پاس پہنچا تو وہاں سر مبارک کو دیکھا،، یعنی سر مبارک پہلے سے ہی رکھا ہوا تھا وہاں یعنی کوئ اور لایا تھا،، اور ایک طرف کہتا ہے میں خود سر کو لیکر گیا اس طرح اس کی روایت تضاد سے کھالی نہیں،،
اسی طرح یہ کہتا ہے حضرت زین العابدین کو ابن زیاد قتل کرنا چاہتا تھا،، پھر حضرت زین العابدین کو برہنہ ستر کھولکر ان کے بالغ ہونے یا نہ ہونے کا امتحان لیا گیا،،اور پھر نابالغ سمجھ کر چھوڑ دیا۔
قارئین کرام یہ مزاق نہیں تو اور کیا ہے۔،کیا اس راوی کو اتنا بھی نہ پتہ تھا کہ حضرت زین العابدین 22 سال کے شادی شدہ اور ایک بچے حضرت محمد الباقر باپ تھیں اور وہ بچہ بھی قافلہ میں موجود تھا۔اور پھر ستر کھولکر ایسا کونسا امتحان لیا گیا کہ اس سے پتہ چلتا کہ یہ بالغ ہے یا نہیں،،جب بچہ کو احتلام ہو جائے تو وہ بالغ ہو جاتا ہے،، لیکن ستر دیکھنے سے کیسے پتا چلا کی وہ نابلغ ہے،،اور تو اور 22 سال کی عمر والے کی جسامت سے ہی معلوم ہو جاتا ہے

کہ یہ بالغ ہے، لیکن کیا اس راوی کو اتنا بھی نہیں پتہ، اور پھر یہ حمیدی بن مسلم خود کہتا ہے حضرت قاسم کو ایک بچہ میدان میں ایا لڑنے کو، لیکن انکو قتل کر دیا گیا۔ جب بچے کو قتل نہیں کرنا تھا یعنی یہ کہتا ہے حضرت زین العاندین کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ وہ بچے تھیں،۔جب کہ وہ 22 سال کے تھیں اس وقت، اور ایک بچے کے والد، تو حضرت قاسم کو کیوں قتل کیا گیا جب کہ یہ خود کہتا ہے بچہ میدان میں لڑنے آیا یعنی حضرت قاسم کو بچہ کہتا ہے اور انکو قتل بھی کیا جاتا ہے،۔

اور تو اور حضرت علی اصغر تو دودھ پیتے بچے تھے، پھر بھی انکو شہید کر دیا گیا،، اور حضرت زین العابدین کے متعلق کہتا ہے وہ نابلغ تھے،، اس لیے قتل نہیں کیا،، جبکہ دوسری جانب نابلعوں کو بھی قتل کیا گیا تھا،، یعنی یہ تائثر دینا چاہتا ہے نابالغوں کو قتل نہیں کیا گیا، ستر کھولنے جیسی باتیں کرتا ہے،۔ کہ ستر کھولکر امتحان لیا گیا،

قارئین کرام دیکھا اپنے اس راوی حمید بن مسلم کی روایتوں میں تضاد ہی تضاد ہے ۔،

یہ سب ہم نے طبری کی روایات سے ذکر کیا ہے 5 جلد میں اس کی روایات دیکھی جا سکتی ہیں،،۔

خلاصہ کلام یہ ہے حمید جو کی پانی بند ہونے والی روایت کا راوی ہے اس کی روایات میں تضاد ہی تضاد ہے اس کی روایات غیر معتبر ہے،۔ تضاد سے کھالی نہیں۔،

کیا امام عالی مقام نے حضرت علی اصغر کے لیئے پانی طلب کیا تھا

چھے ماہ کے علی اصغر اور ان کے پیاس کا افسانوی قصہ بھی غیر معتبر ھے ، عموما واعظین کہتے ہیں کہ شہزادہ علی اصغر رضی للہ عنہ کو امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزیدیوں کے سامنے لے جا کر پانی مانگا یہ پانی مانگ نے کا بھی غیر معتبر قصہ "خاک کربلا" جیسی کتب میں بغیر حوالے کے درج ھے بلا تحقیق اور غور و خوض کے عوام الناس میں بیان کیا جاتا ھے جب کہ یہ واقعہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان عزیمت کے بالکل خلاف ھے اور ان کی شایان شان قطعاً نہیں ہے،۔ پہلی بات تو یہ ہے حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کا نام عبد اللہ ہے،، علی اصغر آپ کو کہا جاتا ہے،، جب پانی اتنی مقدار میں موجود تھا کہ امام عالی مقام اور اپ کے ساتھیوں نے غسل کیا حضرت زینب بے ہوش ہوکر گری تو اپ کے چہرے پر پانی ڈالا گیا،، تو کیا حضرت عبد اللہ یعنی علی اصغر کے لیے پینے کے لیئے نہ تھا کتنی ہی عجیب بات ہے،،سچ تو یہ ہے امام عالی مقام اس بچہ کو لیکر پانی مانگ نے نہیں گئے تھے ۔ بلکہ آپ اپنے اس بچہ کے کو پیار کر رہے تھے تو دشمنوں نے تیر مارا جو کے اس بچہ علی اصغر کے آکر لگا،۔ جی ہاں یہ بات تو شیعوں کی کتب میں بھی لکھی ہوئی ہے،،،

میں کچھ حوالے نقل کرتا ہوں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام عالی مقام پانی مانگ نے نہیں گئے تھے،، طبری میں ہے،

اتی الحسین بصبی لہ فھو فی حجرہ اذ رماہ احد کم یا بنی اسد بسھم فذبحہ

ایک بچہ کو امام عالی مقام کے پاس لایا گیا یہ بچہ عبداللہ بن حسین تھا،، آپنے اس کو گود میں لیا بنی اسد میں سے ایک شخص نے تیر مارا بچہ ذبح ہو گیا

تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 448

اسی طرح بدایہ والنہایہ میں ہے

کہ امام عالی مقام بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس آپ کا بچہ لایا گیا جس کا نام عبد اللہ تھا،، آپ نے اسکو پیار کیا بوسا دیا،، بنی اسد کے ایک مرد نے تیر مارا جو کہ بچے کو لگا جس سے وہ ذبح ہو گیا،،۔

ثم ان الحسین اٴعیا قعد علی باب فطاطاہ و اٴتی بصبی صغیر من اٴولادہ اسمہ عبد اللہ ، فاٴجلسہ فی حجرہ ثم جعل یقبلہ ویشمہ و بودعہ و بوصی اھلہ فرماہ رجل من بنی اسد ،،۔

البدایتہ والنہایتہ جلد 8 صفحہ 186۔۔،

بدایہ کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا،، اس بچہ کا نام عبد اللہ تھا،،

اس طرح علامہ مفتی غلام رسول قاسمی صاحب سانحہ کربلا میں لکھتے ہیں،، حضرت عبد اللہ یعنی علی اصغر جو شیر خوار بچے تھے امام عالی مقام خیمے کے دروازے پر انہیں گود میں لیکر بیٹھے انہیں بوسے دینے الوداع اور گھر والوں کو وصیت کرنے لگے ۔ بنی اسد میں سے ایک شخص نے تیر مارا جو کے ننھے شہزادے کی گردن مبارک

میں آکر لگا اور جام شہادت نوش فرما گئے، (سانحہ کربلا صفحہ 9)

ایک شیعہ عالم ملا باقر مجلسی لکھتا ہے،

امام عالی مقام نے فرمایا میرے چھوٹے فرزند عبد اللہ کو لاؤ کہ اسے وداع کروں بعضوں نے انہیں علی اصغر کہا ہے۔جب امام عالی مقام نے اس بچے کو اپنے ہاتھوں پر لیا انہیں پیار کیا۔ہرملہ بن کاہل نے ایک تیر مارا جو کی بچے کی گردن پر اکر لگا اور وہ شہید ہو گیا،،،

جلاء العیون جلد 2 صفحہ 249 اردو،

قارئین کرام دیکھا آپ نے کہیں بھی ان کتب میں یہ نہیں لکھا، کہ امام عالی مقام پانی مانگ نے گئے تھے بچے کے لیے، اور دودھ بھی خشک ہو گیا تھا وغیرہ وغیرہ اس طرح کا جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے یہ محض ایک افسانہ جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اس کا مقصد صرف اس شہادت کو دردناک بنانا ہے اور لوگوں کو رلانا ہے،ساتھ ہی یہ بھی پتہ چلا حضرت علی اضغر کا نام اصلی عبد اللہ ہے،

حضرت عباس ابن علی کی شہادت اور ایک افسانہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ تضاد سے بھرا پڑا ہے، لیکن جس طرح عام طور پر آپ کی شہادت ذکر کی جاتی ہے معتبر کتب میں ایسا کچھ نہیں لکھا ہے،،، میں مقتل ابو مخنف سے ذکر کرتا ہوں چونکہ وہی سے اس کو اخذ کیا جاتا ہے،،،

میں عربی عبارت چھوڑ رہا ہوں صرف اردو میں ذکر کرتا ہوں جسے شوق ہو وہ مقتل ابو مخنف میں دیکھ لے

مقتل ابو مخنف صفحہ 89 پر ہے،، جب امام عالی مقام کو پیاس لگی تو آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے کنواں کھودا۔ لیکن اس میں پانی نہ نکلا،، پھر آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرات سے پانی لانے کے لیے کہا۔،۔آپ کچھ ساتھیوں کو لیکر فرات پر جاتے ہیں،، اور وہاں یزیدی فوج سے جنگ ہوتی ہے،، حضرت عباس کے ہاتھ پر تلوار مار کر ایک ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے،، پھر آپ تلوار کو دوسرے ہاتھ میں لے تے ہیں۔

پھر اس کے بعد دوسرے ہاتھ پر تلوار مار کر آپ کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے پھر آپ منہ میں تلوار پکڑ کر جنگ کرتے ہیں۔، آپ کے اوپر اتنے تیر برسائے جاتے ہیں،۔کے آپ کی زرہ خارپشت کی طرح ہوجاتی ہے ۔ پھر جو مشک آپ کی پیٹھ پر لدی ہوئی تھی اس پر تیر برسانے کا حکم دیا جاتا ہے ،، تیر برسائے جاتے ہیں تو مشک پھٹ جاتی ہے۔، پھر آپ کے سر پر وار کیا جاتا ہے جس سے آپ گھوڑے سے نیچے گر جاتے ہیں،،۔ قارئین کرام دیکھا آپنے اس میں کتنی من گھڑت باتے موجود ہے،، اس شہادت کو دردناک بنانے کی کوشش کی گئ ہے جس کا مقصد صرف لوگوں کو رلانا دھلانا ہے،،، یہ محض ایک افسانہ ہے جی ہاں اور بلکل عقل کے خلاف بھی ہے،،

اس میں لکھا ہے امام عالی مقام اور ساتھیوں نے کنواں کھودا تھا جس میں پانی نہ نکلا،، یہ بھی غلط بات ہے چونکہ کربلا ایک ایسا میدان تھا

جس کے ارد گرد چشمے جاری تھے جیسا کے ہم اوپر ذکر کر ائے ہے معجم البلدان وغیرہ کے حوالے سے

نیز وہ بہت بڑی نہر ہے تو ظاہر سی بات ہے اس کے پاس کنواں کھودا جائے گا تو پانی نکل ائے گا۔، اس واقعہ میں لکھا ہے آپ کا ایک ہاتھ کٹا تو تلوار دوسرے ہاتھ میں پکڑ لی یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ جب تلوار ہاتھ میں تھی اور جب ہاتھ کٹ کر گر گیا تو ظاہر سے بات ہے تلوار بھی زمین پر گر جائے گی اور اس کو اٹھانے کے لیے زمین پر اترنا ہو گا گھوڑے پر سے،، لیکن وہاں ایسا نہیں لکھا، اور تو اور چلے دوسرے ہاتھ میں تلوار پکڑ بھی لی تو جب دوسرا ہاتھ کٹ گیا تو سوال یہ ہے منہ میں تلوار پکڑ کر آپ لڑے کیسے،،۔ یہ بھی جھوٹ ہے کہ منہ میں تلوار لیکر آپ لڑے،، جب دوسرا ہاتھ بھی کٹ گیا تو ظاہر بات ہے تلوار نیچے زمین پر گر جائے گی نہ کے منہ میں ائے گی۔، اور اگر یہ بات مان بھی لے کہ منہ میں پکڑ لی تو پھر اپ منہ سے لڑے کیسے،، اس کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔،، کے یہ سب باتیں عقل و شواہد کے خلاف ہے جس کو عقل ہر گز تسلیم نہیں کر سکتی،،۔ اور اس میں کہا گیا ہے کہ زرہ بھی چھلنی ہو گئ، اب جب زرہ بھی چھلنی ہو گئ تو پھر آپ کو تیر کیوں نہ لگا ظاہر سی بات ہے جب کوئی چیز کسی چیز کو پھاڑ دیگی تو وہ جسم تک جا پہنچے گی۔ لیکن یہاں ایسا کوئی ذکر نہیں کیا اور اس جھوٹ کی جسارت تو دیکھوں مشک بھی آپ کی پیٹھ پر لدی ہوئی تھی لیکن

مشک کو ایک تیر بھی نہ لگا بلکہ سب تیر زرہ پر لگے، اور مشک سلامت رہی مجبوراً مشک پر تیر چلانے کا حکم دیا گیا جس وجہ سے مشک بعد میں پھٹ گئ،،۔۔

قارئین دیکھا آپ نے یہ محض ایک افسانہ ہے اس میں جی بھر کر جھوٹ بولا گیا ہے من گھڑت باتیں بنائی گئ ہے،، سیدھی اور صحیح بات یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی ہے آپ پانی لاتے ہوئے شہید ہوئے ہے،، آپ کی شہادت کا ذکر معتبر کتب میں موجود ہے

(حضرت قاسم ابن حسن کا تعویذ اور کربلا میں شادی)

حضرت قاسم کے بارے میں بعض کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے اپ کو جب میدان جنگ میں جانے کی اجازت نہ ملی تو آپ کے تعویذ بندھا ہوا تھا اس کو کھولا تو اس میں لکھا ہوا تھا ان کو جنگ کے میدان میں جانے دیا جائے،،اور یہ تعویذ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے باندھا تھا،،،یہ بلکل منگھڑت ہے

محض افسانہ ہے،، صحیح یہ ہے جو کہ شیعوں اور اہلسنت کی معتبر کتب میں لکھا ہے کہ آپ میدان جنگ میں جاتے ہیں اور شہید ہو جاتے ہیں۔ تعویذ وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے مقتل ابو مخنف میں بھی صرف شہادت کا ذکر ہے، اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے امام قاسم کی شادی کربلا میں امام عالی مقام نے اپنی بیٹی سے کردی تھی،، حالانکہ یہ بھی جھوٹ ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں،

بلکہ شیعوں نے بھی اسے غیر معتبر قرار دیا ہے ،، اس کو سب سے پہلے ملا حسین کاشفی نے روضتہ الشہداء میں شادی ہونے کا شوشہ چھوڑا اس سے پہلے یہ کہیں نہیں ملتا کہ آپ کی شادی ہوئی ہو میدان کربلا میں، جلاء العیون میں مجلسی نے لکھا ہے میں نے اس کو کسی بھی معتبر کتاب میں نہیں پایا،، اسی طرح لؤلؤ والمراجان میں بھی اس کی نفی کی گئ ہے ،، یہ شادی کا شوشہ 1000 ھ میں چھوڑا گیا اس سے پہلے اس کا وجود نہ تھا،، بعض شیعوں نے کہا ہے جس سے شادی ہونا بتایا جاتا ہے اس کا نام زبیدہ ہے لیکن امام عالی مقام کی زبیدہ نام کی کوئی لڑکی تھی ہی نہیں، بعض شیعوں نے کہا ہے اس کو 500 یا 600 ھ میں نقل کیا گیا ہے،،

امام اہلسنت رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہ یہ شادی ثابت ہے نہ یہ مہندی سوا اختراع اختراعی کے کوئی چیز یعنی یہ بنائی ہوئی چیز ہیں،۔

فتاوی رضویہ جلد 24 صفحہ 502

علامہ محمد علی نقشبندی نے میزان الکتب میں لکھا ہے۔

یہ تمام باتیں منگھرت ہیں اور اہلبیت پر بہتان عظیم ہے امام حسین کی دو صاحب زادیاں تھی اور واقعہ کربلا سے پہلے دونوں کی شادی ہو چکی تھی

میزان الکتب صفحہ 246

بہر حال یہ شادی کا واقعہ منگھڑت محض ایک افسانہ ہے جو کہ گھڑا گیا ہے،، جس کا مقصد صرف لوگوں کو رلانا ہے،۔

(ابراهیم و محمد ابنان مسلم بن عقیل رضی اللہ عنھم کی شہادت ایک افسانہ ہے)

ابراھیم و محمد کی کوفہ جاتے ہوئے راستے میں شہادت کا واقعہ بالکل غیر معتبر ھے تاریخ کی کسی بھی معتبر کتاب میں یہ واقعہ مذکور نہیں ھے امام مسلم کے بچوں کا افسانہ سب سے پہلے اعثم الکوفی نے اپنی کتاب الفتوح میں لکھا مگر اس نے بھی صرف ان کے قیدی ہونے کو بیان کیاھے البتہ ملاحسین کاشفی نے روضۃالشھداء میں ان کی شہادت کا شوشہ چھوڑایہی اولین ماخذ ھے جس میں ابراھیم و محمد کی شہادت کا بیان ھے جس افسانےکو خود معتبر شیعہ مصنفین نے بھی بے بنیاد قرار دے کر رد کردیاھے

مرزا تقی اپنی کتاب ناسخ التواریخ میں لکھتاھے

"مکشوف باد کہ شہادت محمد و ابراھیم پسرہائے مسلم کمتر درکتاب پیشینیاں دیدہ ام الا آنکہ عاصم(اعثم)کوفی می گوید کہ بعداز قتل حسین چوں اھل بیت را اسیر کردند پسرہائے مسلم صغیر درمیان اسرای بودند ابن زیاد ایشاں را بگرفت و محبوس نمود نخستیں در بارہ شہادت ایشاں درکتاب روضۃالشھداء مسطوراست و من ایں قصہ را از روضۃالشھداء منتخب می دارم و قصہ ایشاں معتبر نیست۔"

(ناسخ التواریخ، ملخصا، ص110ج2)

امام مسلم کے صاحبزادگان کی شہادت کا واقعہ پہلی کتابوں میں نہیں ھے سب سے پہلے اعثم الکوفی نے اس واقعہ کو بیان کیاھے مگر اس نے صاف لکھاھے کہ امام مسلم کے دونوں صاحبزادے

محمد وابراھیم کربلا میں بھی تھے لیکن دیگر اھل بیت کے ساتھ
ابن زیاد کے ھاتھوں گرفتار ہوئے
شہادت کی بات سب سے پہلے ملا حسین کاشفی نے روضۃ الشھداء
میں نقل فرمائی اور میں نے بھی اسی سے نقل کرکے یہ واقعہ
لکھاھے لیکن سچی بات یہ ھے کہ یہ نہایت غیر معتبر واقعہ ھے۔ اور
بعض نے تو یہ کہا ہے ان بچوں کا وجود ہی نہیں تھا۔ بعض کہتے ہیں
یہ اولاد حضرت جعفر طیار کی ہے اور بعض عبداللہ بن جعفر کی
اولاد بتاتے ہیں بعض نے کہا ہے کربلا کے واقعہ سے پہلے ان دونوں
کی معلومات ہی ثابت نہیں ہے واقعہ کربلا میں ان کی شہادت کا
اشارہ ہے صرف، اور جو ہم نے یہاں بعض لکھا ہے اس میں شیعہ
حضرات بھی شامل ہے،،،
امام مسلم جب کربلا کی طرف جانے کا ارادہ فرماتے ہیں تو تاریخ کی
تمام معتبر کتب میں یہ کہیں نہیں ہے کہ آپ اپنے بچوں محمد و
ابراہیم کو ساتھ لیکر گۓ اسی طرح جب آپ نے وصیت فرمائی تو
وہاں بھی آپ کے بچوں کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی کربلا کے راستے
میں کہیں ذکر ہے، یہ بچوں کی شہادت کا واقعہ محض ایک افسانہ
ہے جس کا انکار شیعہ بھی نہ کر سکیں۔
ایک شیعہ مؤرخ نے سالہا سال کربلا کے واقعہ پر تحقیق کرکے
ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام مجاہد اعظم ہے
جس کا حصہ اول مجھے میسر ہوا حصہ دوم کوشش کے باوجود نہ مل
پایا حصہ اول میں وہ لکھتا ہے کہ،

اس شہادت کے واقعہ کی بحث حصہ دوم میں مفصل کی جائے گی
لیکن اس موقع پر اتنا جان لینا کافی ہے کہ یہ واقعہ قدیم و مستند
کتابوں میں قطعاً نہیں ہے۔ اس واقعہ کو سب سے پہلے صاحب
روضتہ الشہداء نے نقل کیا ہے لیکن کسی کتاب کی سند نقل نہیں
کی۔ روضتہ الشہداء کوئ مستند کتاب نہیں ہے ۔ اس کتاب میں
ضعیف اور بے اصل روایات بہ کثرت بھری ہوئی ہے ۔،
دوسرے مصنفوں نے جو یہ واقعہ لکھا ہے وہ محض ملا موصف کی
ہی کتاب سے نقل کیا ہے انہی کی پیروی و تقلید کی ہے سلسلہ
روایت کے وثوق و عدم وثوق سے قطع نظر کر کے اصول روایات
سے بھی اس کی تصدیق مشتبہ اور مشکوک ہے نہ تو اس کی کوئی
سند ہے نہ تو اس کی موافقت کسی تاریخ کی معتبر کتاب سے ہوتی
ہے، اور نہ اصول روایات اس کے موافق ہے، تو سوائے اس کے
کہ اس کو غلط اور موضوع منگھڑت کہا جائے اور کیا چارا ہو سکتا
ہے،

مجاہد اعظم حصہ اول صفحہ 197

خلاصہ کلام یہ ہے امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے صاحب
زادوں کا واقعہ بھی من جملہ ان واقعات من گھڑت میں سے ہے
جسے رلانے اور لوگوں کو دہاڑے مار کر آنسو بہانے کے کیے واعظین
اپنے واعظوں میں، ذاکرین اپنے خطاب میں،اور غیر محطاط مصنف
اپنی تصنیفات میں ذکر کرتے ہیں،۔

(کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ہزاروں یزیدیوں کو مارا تھا)

کربلا کی بہت سی غیر تحقیقی کہانیوں میں سے ایک اور مبالغہ آمیز کہانی یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دشمن فوج کے ھزاروں بلکہ لاکھوں افراد کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور یہی دعوی ان کے بعض رفقاء کے متعلق بھی کیا گیا ھے کہ ان میں سے بعض نے سینکڑوں دشمن قتل کئے اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ واعظین اس کو خوب زور شور سے بیان کرتے ہیں ایک صاحب نے تو اس تعلق سے بڑا طویل وعظ کیا ہوا ہے اور تلوار چمکنے وغیرہ نہ جانے کیا کیا انہوں نے ذکر کیا ہے بہر حال امام حسین کے متعلق تو بعض روایتوں میں یہ تعداد دو ہزار اور بعض شیعی روایات میں تین لاکھ تک بھی آئی ھے۔ ان روایات کے مبالغے کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ھے کہ اگر ہر آدمی کے ساتھ مقابلہ کرنے اور اسے پچھاڑ کر قتل کرنے کے لئے اگر ایک منٹ بھی درکار ہو تو دوہزار افراد کو قتل کرنے کے لئے دوہزار منٹ تو چاھیئے ہوں گے، یہ تقریبا تینتیس گھنٹے بنتے ہیں۔ جبکہ ابو مخنف کی روایتوں سے معلوم ہوتا ھے کہ سانحہ کربلا محض ایک آدھ پہر میں ہو کر ختم ہو گیا تھا۔ اب اس مبالغہ کی کیا حیثت رہی یہ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں واعظین کتنا جھوٹ ملاتے ہیں۔،

خود شیعہ محققین میں سے شہر بن آشوب نے یزیدی مقتولین کی کل تعداد چار سو چھتیس بتائی ھے

(المناقب،لابن شہر آشوب، ص99ج4)

امام عالی مقام کے اصحاب میں سے کس نے کتنے افراد کو قتل کیا اس کی انہوں نے تفصیل ذکر کی ہے،، تب جاکر کہیں 436 بتائی ہے،،، اتنی تعداد میں کے یزید لشکر 20000، 14000 35000 سب سے بڑی تعداد شیعوں نے 300000 بتائی ہے،، اور ان میں سے 436 کا قتل ہونا بتایا ہے،، لیکن یہ سب روایات غیر معتبر ہیں شیعوں کی بنائی ہوئی ہیں،،۔

تاریخ طبری میں ہے

و قتل من اصحاب عمر بن سعد ثمانیتہ و ثمانون رجولا،،

عمر ابن سعد کے اصحاب میں سے 88 لوگ مارے گئے۔

تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 456

اور بدایہ والنہایہ میں ہے

و قتل من اصحاب عمر بن سعد ثمانیتہ و ثمانون نفسا،،

عمر ابن سعد کے اصحاب میں سے 88 لوگ مارے گئے،۔

البدایتہ والنہایتہ جلد 8 صفحہ 189

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول قاسمی لکھتے ہیں،،

کربلا میں یزیدی فوج کے 88 افراد مارے گئے،

سانحہ کربلا صفحہ 9

اس تفصیل سے پتہ چلا یہ جو کہا جاتا ہے کی سینکڑوں یا ہزاروں یزیدی مارے گئے یا پھر یہ کہ امام عالی مقام نے خود سینکڑوں

اور ہزاروں کو قتل کیا یہ سب جھوٹ ہے منگھڑت ہے،،
ہزاروں قتل بتاکر محض جھوٹی شان بیان کرنا ہے ،، اور ہمیں امام عالی مقام کی شان بیان کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ہزاروں کے لشکر میں تنہا آپ لڑے اور شہید ہوگئے،
بہر حال صحیح یہ ہے
یزیدی فوج میں سے مرنے والوں کی تعداد 88 تھی ،۔ یہ جو کہا جاتا ہے امام عالی مقام نے تنہا 2000 ہزار یزیدیوں کو قتل کیا یہ محض جھوٹ ہے،، جب مرنے والوں کی تعداد 88 ہے تو 2000 ہزار کیسے قتل ہو سکتے ہیں،۔،
اس طرح کے جھوٹے مبالغہ سے بچنا ضروری ہے اور واقعہ کربلا صرف صحیح روایات سے بیان کیا جانا چاہے

(حضرت فاطمہ صغری کا ایک افسانہ)

واقعہ کربلا میں سے ایک واقعہ فاطمہ صغریٰ کا بیان کیا جاتا ،، جو کہ بے اصل منگھڑت ہے ،
واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔، امام عالی مقام جب مدینہ سے روانہ ہوئے تو اپنی بیٹی فاطمہ صغریٰ کو اکیلا چھوڑ دیا مکہ مکرمہ پھر وہاں سے کربلا تشریف لے گئے۔ ادھر فاطمہ صغریٰ تنہا اور بیمار تھی اپنے بابا کے انتظار میں روتی رہتی
پھر لکھنے والوں نے اسے بہت دردناک بناکر لکھ ڈالا جس کا مقصد رلانا دھلانا تھا،

پورا واقعہ خاک کربلا میں دیکھا جا سکتا ہے میں اس کو یہاں ذکر نہیں کرتا، یہ واقعہ محض بے اصل اور جھوٹ ہے،۔ کیوں کہ حضرت فاطمہ صغریٰ میدان کربلا میں موجود تھی اور شیعہ سنی کی کتب میں یہ مذکور ہے،،

اول تو امام عالی مقام کی اولاد کی تعداد 6 بتائی گئ ہے شیعہ سنی دونوں کے یہاں چار لڑکے اور دو لڑکیاں۔، منتخب التاریخ میں ہے
امام عالی مقام کی چھ اولاد تھی چار لڑکے اور دو لڑکیاں،
علی بن حسین اکبر، علی بن حسین اصغر یہ دونوں کربلا میں شہید ہوئے تھے۔، جعفر بن حسین اور عبد الرحمن بن حسین ۔، اور ایک صاحب زادی فاطمہ خاتون دوسری سکینہ تھی۔،

منتخب التاریخ صفحہ 242

اس پر شیعہ سنی کا اتفاق ہے کہ امام عالی مقام کے 4 لڑکے اور دو لڑکیاں تھی،۔اس لیے میں اولاد کی تعداد چھ ہی تھی پر مزید کلام نہ کر کے اصل واقعہ کی طرف آتا ہوں۔،
آپ کی صاحب زادیوں میں بڑی کا نام فاطمہ چھوٹی کا نام سکینہ تھا، اور یہ دونوں واقعہ کربلا میں موجود تھی،۔ اگر حضرت فاطمہ کو کبری کہا جائے تو سکینہ صغریٰ ہوں گی۔، تیسری اور کوئی صاحبزادی نہیں تھی۔،اور اگر حضرت فاطمہ کو ہی صغریٰ کہا جائے تو یہ تو خود کربلا میں موجود تھی،،۔
دونوں صاحبزادیاں کربلا میں موجود تھی یہ اتنا عام ہے

اس بات کو ہر کوئی جانتا ہے،، اس لیے کربلا میں ان کے موجود ہونے پر میں دلائل ذکر نہیں کر رہا ہوں۔
جب یہ کربلا میں موجود تھی تو پتہ چلا کہ جو واقعہ ان کے تعلق سے ہے وہ مدینہ میں تھی بیمار تھی انکی چیخ پکار بیمار ہونے کا اور بھی خط و خطوط کا جو بھی واقعہ ہے وہ سب من گھڑت اور جھوٹ ہے ،
حقیقت کا اس سے کوئی تعلق ہے نہیں ہے، اور نہ ہی یہ واقعہ معتبر کتب میں مذکور ہے اور نہ تو یہ واقعہ عربی کتب میں موجود ہے، اس اس واقعہ کا جھوٹا ہونا محض اس سے بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ۔
حضرت عبد اللہ یعنی علی اصغر جو کی بہت چھوٹے تھے چھوٹے ہونے کے باوجود وہ کربلا میں موجود تھے اور شہید ہوئے۔ اور حضرت نیز حضرت زین العابدین بیمار ہونے کے بعد بھی کربلا میں موجود تھے،، اور بھی دیگر کم سن کربلا میں موجود تھے،، تو پھر صرف جن کے متعلق یانی فاطمہ صغری ہی کیوں مدینہ میں رہی ان کو کیوں چھوڑا، اس کا سیدھا مطلب یہی ہے کہ اس واقعہ کو رلانے دھلانے کے کیے بنایا گیا ہے اور دردناک بنایا گیا ہے،اگر اس طرح کا کوئی وقعہ ہوتا تو عربی و معتبر کتب میں ضرور موجود ہوتا،،۔
خلاصہ کلام یہ ہے،آپ کی صرف دو بیٹیاں تھی اور وہ دونوں کربلا میں موجود تھی،، تیسری بیٹی آپ کی تیسری بیٹی نہیں تھی،
یا اگر تیسری تھی بھی تو ان کا نام زینب بتایا گیا۔اس واقعہ کی کوئی اصل نہیں محض منگھڑت ہے جس کا مقصد لوگوں کو چیخ پکار کروانا ہے،

(کیا کربلا میں صرف 72 افراد شہید ہوئے تھے)

امام عالی مقام جب کربلا کی طرف رخ کرتے ہیں تو آپ کے ساتھیوں کی تعداد مختلف بتائی جاتی ہے جس میں شیعہ سنی دونوں ہیں، لیکن سب سے زیادہ تعداد 1000 تک ذکر کی گئ ہے،
بہر حال ہم صرف اس کو ذکر کریں گے کیا میدان کربلا میں صرف 72 افراد ہی شہید ہوئے تھے، تو عام طور سے یہی بیان ہوتا ہے اور عام کتب میں بھی یہی 72 کی تعداد لکھی ہوتی ہے،، لیکن مقام تحقیق میں ان کی تعداد مختلف اقوال کے ساتھ سیکڑوں میں پہنچ جاتی ہیں، اور میں صرف اس تعداد کو ذکر کروں گا جو عاشوراء کے روز تھی۔

سبط بن جوزی نے انکی یہ تعداد 145 بتائی ہے وہ لکھتے ہیں،۔

وکان فی خمستہ و اربعین فارسا و مائتہ راجل۔،

کہ انکی تعداد 45 گھڑسوار اور 100 پیادے تھے،۔

تذکرتہ الخواص جلد 1 صفحہ 222

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

و انھم لقریب ماءتہ رجل

اور انکی تعداد 100 کے قریب تھی،۔

تاریخ الاسلام جلد 5 صفحہ 15

بحار الانوار میں کئ روایت ہے مثلاً صبح فجر میں 32 گھڑسوار اور 40 پیادے ۔

114 کی بھی ہے

لیکن میں خاص شہداء کی ذکر کرتا ہوں، لکھتے ہیں

و روی ان رؤوس أصحاب الحسین اہل بیتہ کانت ثمانیتہ و سبعین

راسا،،

کہ روایات کی گئ ہے امام عالی مقام کے ساتھیوں جن میں

اہلبیت بھی شامل ہے ان کے سر 78 تھے ،۔

بحار الانوار جلد 45 صفحہ 44

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اس تعداد کے بارے میں لکھتے ہیں۔،

آپ نے کثیر تعداد سے جنگ کی اور آپ کے ساتھ اپنے اہل

اور بھائیوں میں سے اسی 80 سے تھوڑا زیادہ نفوس تھے،،

الصواعق المحرقہ صفحہ 511

سوانحہ کربلا صفحہ 85 پر

ان کی تعداد 82 لکھی ہے،،

خلاصہ کلام یہ ہے اس تعداد کے بارے میں مختلف اقوال ہے،۔

مزید یہ تعداد 91 بھی بیان کی گئ ہے 139 بھی بیان کی گئ ہے

300 بھی بیان کی گئ ہے ،،،

لیکن عام طور پر اور عام کتابوں میں ان کی تعداد 72 ہی لکھی

ہوتی ہے،۔

(کیا کربلا میں حسینی برہمن تھیں)

جہاں واقعہ کربلا میں کئی منگھڑت واقعات موجود ہیں انہی میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے،، کہ کربلا میں یزیدی فوج سے لڑنے برہمن حسین بھی گئے تھے،، واقعہ کچھ اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔

۔ایک دت حسینی برہمن راہب دت نے اپنے سات بیٹوں کو کربلا میں قربان کردیا اور شہادت حسین کے بعد مختار ثقفی کے ساتھ یزیدیوں کے قلع قمع میں حصہ لیا۔

رہاب سنگھ دت ہندوستان کے شمالی خطے، (پنجاب ہریانہ) کے جاٹ برہمن تھے اور عرب میں تجارت کی غرض سے مقیم تھے ۔ ان جاٹ برہمنوں کو موہیال کہاجاتاہے ۔ یہ لوگ کافی پڑھے لکھے ہوتے تھے اور اور ہندوستان میں راجاؤں کے مشیر یا راج گرو کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے تھے ۔جاٹ برہمن اسلام سے قبل بھی اور حضور کے وقت بھی اچھی تعداد میں عرب میں موجود تھے ۔ وہ اپنی بہادری اور علم کی وجہ سے عرب میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ۔راہب دت لاولد تھے ایک دن وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ ان کے لئے اللہ سے دعاء فرمادیں کہ انہیں ایک بیٹا عطا ہوجائے ۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے راہب دت سے فرمایا کہ اس کی قسمت میں اللہ نے بیٹا نہیں لکھا ہے ۔ اس پر وہ دل شکستہ ہوکر رونے لگا اور بہوش ہوگیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس پر رحم آگیا اور انہوں نے رہاب دت

کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ تمہیں ایک بیٹا ہو گا۔ اس پر وہاں موجود ایک بزرگ نے اعتراض کرتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ مشیت ایزدی میں دخل دے رہے ہیں۔ ان کے اعتراض پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے راہب سے کہا کہ تمہیں ایک اور بیٹا ہو گا۔ اس بزرگ نے پھر اعتراض کیا کہ آپ اللہ کی مرضی میں دخل دے رہے ہیں ۔ اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پھر رہاب دت سے فرمایا کہ تمہیں ایک اور بیٹا ہو گا۔ اس طرح بزرگ اعتراض کرتے رہے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہربار رہاب کو ایک اور بیٹے کی بشارت فرماتے رہے اور اس طرح انہوں نے رہاب دت کو سات بیٹوں کی بشارت دی ۔ رہاب کو ایک کے بعد ایک سات بیٹے ہوئے اور وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے گرویدہ اور عقیدت مند ہوگئے۔

معرکہ کربلا کے وقت راہب کے ساتوں بیٹے جوان تھے ۔ جب راہب کو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کوفے کے لئے مع اہل وعیال روانہ ہوچکے ہیں تو وہ بھی اپنے ساتوں بیٹوں اور اپنے چند ہم نواؤں کے ساتھ کوفے کے لئے روانہ ہوگئے ۔

روایتوں کے مطابق جب وہ کربلا پہنچے تو اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کئے جاچکے تھے ۔ ایک دوسری روایت کے مطابق راہب کے ساتوں بیٹے کربلا میں شہید ہوئے ۔

حسینی برہمنوں کی روایتوں کے مطابق شہادت کے بعد راہب دت حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ملا اور ان سے اپنی داستان بیان کی اور اپنے بیٹوں کی شہادت کے بارے میں انہیں بتایا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس بات کو سن کر آبدیدہ ہو گئیں اور راہب دت سے فرمایا کہ آج سے تم حسینی برہمن کہلاؤ گے ۔
راہب دت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے دل شکستہ ہو چکا تھا۔ اس نے حضرت امام حسین کی محبت میں اپنے ساتوں بیٹے ان پر قربان کر دیئے تھے جو انہی کی دعاؤں کے طفیل میں اسے ملے تھے ۔ شہادت امام حسین کے بعد اس نے مختار ثقفی کے ساتھ اپنے دیگر حسینی برہمنوں کے ساتھ یزیدیوں کے خلاف مہم میں حصہ لیا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچایا۔ اس کے بعد راہب دت ہندوستان واپس ہو گیا مگر سینکڑوں حسینی برہمن ایک دوسرے سردار بھوریہ دت کے ساتھ عراق میں ہی رہ گئے اور وہیں بس گئے ۔ عراق میں اس وقت تقریباً چودہ سو حسینی برہمن تھے راہب دت کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے سلطان کا خطاب عطا کیا تھا۔ایک خطیب نے جس کا بیان یو ٹیوب پر موجود ہے ان صاحب نے ان کی تعداد دس ہزار بتائی ہے اور کہا ہے یہ سب مر گئے تھے تو ان کی گردنوں کو امام عالی مقام نے جوڑا تھا،،اور وہ زندہ ہو گئے اج بھی ان کی گردوں پر نشان ہے ،،۔
قارئین کرام یہ سب محض ایک جھوٹ ہے اس کا حقیقت سے

کوئی تعلق نہیں اور خطیب صاحب کو بھی اس سے کیا مطلب
کہ کیا سچ بتانا ہے اور کیا جھوٹ خطیب کو اپنا وقت پورا کرنا ہے
اور پیسہ لیکر چلے جانا ہے،، اور عوام بھی کم تھوڑی ہے عوام بھی
ایسے ہی لوگوں کو سننا پسند کرتی ہے، جو جھوٹ ہو اور حقیقت
سے دور ہو انہی باتوں کو سننا پسند کرتی ہے۔،

خیر اول تو یہ واقعہ اسلام کی کسی بھی معتبر کتاب میں نہیں لکھا
ہوا،، دوم نہ تو اس کو بیان کرنے والے کا پتہ کون ہے کہاں کا
ہے، سوم اگر یہ مانا جائے اس راہب دت نے ہی اس کو بیان کیا
ہے ،، تو وہ کافر ہے جو کہ لا اعتبار ہے،،اور اس میں کہا گیا ہے
امام عالی مقام نے اس راہب دت سے کہا تیری قسمت میں
اولاد نہیں ہے ۔ پھر اس کے بعد اولاد ہونے کی بشارت سنائی تو
اس پر ایک بزرگ نے کہا آپ اللہ کی مشیت کے خلاف بول
رہے ہیں، اس طرح اس نے 7 بار کہا اور ہر مرتبہ آپ نے
اس کو اولاد کی بشارت دی،، جب کہ اللہ نے جو تقدیر حقیقی میں
لکھ دیا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے، اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا اگر
انبیاء بھی اس بارے میں کچھ کہتے ہیں تو ان کی بھی اس بارے
میں نہیں سنی جاتی اور ان کو منع کر دیا جاتا ہے، یہ تقدیر حقیقی
سے آپ اس بارے میں دعا نہ کرے۔ اور پھر اس بزرگ نے
کہا اپ اللہ کی مشیت کے خلاف کر رہے ہیں،

اس پر امام حسین رضی اللہ عنہ اس کو بشارت دیتے ہیں،، یہ بھی امام عالی مقام پر بہتان ہے آپ کی ذات سے ایسی امید نہیں کی جاسکتی آپ کے سامنے کہا جائے اللہ کی مشیت کی خلاف ہے، تو آپ اس بات کی پروہ نہ کرے اور جری ہو کر اس کو بار بار بیٹا ہونے کی بسارت دیں،۔

اور یہ بھی جھوٹ ہے کہ ان کی گردنوں کو امام عالی مقام نے جوڑ دیا تھا،۔ امام عالی مقام کے سامنے آپ کے ساتھی شہید ہوئے ان کی گردنے کاٹی گی لیکن امام عالی مقام نے کسی کی گردن جوڑ کر زندہ نہیں کیا،، تو کیا یہ برہمن کافر مشرک جو کی پلید ہے ان کی گردنوں کو جوڑکر آپ زندہ فرمائیں گے کہ وہ کفر شرک کرتے رہے معاذ اللہ ،،

کربلا کے میدان میں ہندوستان سے پچھے ہندو گئے تھے اس بارے میں،،
علامہ مفتی شریف الحق رحمہ اللہ فرماتے ہیں،،
یہ بالکل سراسر جھوٹ و من گھڑت ہے، اور ہندو کو شہید کہنا کفر ہے،،
(فتاوی شارح بخاری جلد 2 صفحہ 588)

خلاصہ کلام یہ ہے برہمن حسینیوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے وہ محض ایک کافر ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے،۔ اور اسلام کی کسی بھی معتبر کتاب میں اس کا ذکر نہیں ملتا ہے،،

ہاں ویکیپیڈیا پر ان برہمن حسینی نام سے کچھ ذکر ہے،۔ لیکن وہاں بھی اسلامی کتب کے حوالہ سے کوئی ذکر نہیں ہے وہاں لکھا ہونا بھی غیر معتبر ہے،، اس کو حجت نہیں بنایا جا سکتا

(محرم کے مہینے میں بیان ک ی جانے والی روایتوں کی تحقیق)

محرم میں بیان کی جانے والی روایات بہت ساری ہمارے یہاں اہل سنت میں شیعہ سے نکل کر آگئی ہیں اور بنا تحقیق خطیب حضرات اس کو بیان کرتے ہیں اور کربلا میں جو واقعہ پیش آیا اس میں بہت ساری روایات لوگوں نے گھڑ لی ہے **شیعوں** سے نکل کر ہمارے یہاں آگئی ہیں جن کی تحقیق بہت ضروری ہے اسی لئے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ ہو یا اعلی حضرت سب نے یہی فرمایا ہے صحیح روایت سے بیان کیا جائے تو صحیح ہے ورنہ اس کا بیان کرنا ناجائز ہے انہی میں سے چند روایات کی نشاندہی ہم کریں گے ان شاءاللہ عزوجل

(اہل بیت کی فضیلت میں مشہور روایات)

سنو جو آل محمد کی محبت میں مرا وہ شہید ہے۔ سنو جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ بخشا ہوا ہے سنو جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ تائب ہے سنو جو آل محمد کی محبت پر مرا کامل ایمان ہے سنو جو آل محمد کی محبت پر مرا اس کو موت کے فرشتے نے جنت کی بشارت دی پھر منکیر نے بشارت دی سنو جو آل محمد کی محبت پر مرا اس کو جنت میں اس طرح بنا سوار کر لے جایا جائے گا جیسے دلہن کو خاوند کے گھر لے جایا جاتا ہے سنو جو اہل بیت کی محبت پر مرا اس کی قبر میں جنت کے دو کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں سنو جو اہل بیت کی محبت میں مرا اللہ اس کی قبر کو رحمت کے فرشتوں

کے لئے مزار بنا دیتا ہے سنو جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ اہل
سنت و جماعت پر مرا سنو جو آل محمد سے بغض پر مرا وہ قیامت
کے دن آئے گا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہو گا کہ یہ اللہ کی رحمت
سے مایوس ہے سنو جو آل محمد سے بغض پر مرا وہ کفر پر مرا سنو
جو آل محمد سے بغض پر مرا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ
پائے گا اس روایت کے بارے میں شارح صحیحین تفسیر القرآن
حضرت علامہ غلام رسول سعیدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں
یہ روایت حدیث کی کسی معروف اور مستند کتاب میں مذکور نہیں
ہے اس روایت کو علامہ ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ایک
سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس سند کے بارے میں حافظ ابن حجر
عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ موضوع من گھڑت ہے اور
اس روایت کے من گھڑت ہونے کے آثار بلکل واضح ہیں
(الکاف الشاف فی تخرتج الاحادیث الکشاف جلد 4 صفحہ نمبر 220)
اس سند کو دوسرے مفسرین سند کی تحقیق کے بغیر نقل در نقل
کرتے چلے گئے پھر متاخرین نے بغیر تحقیق اسے نقل کر دیا جب
فضائل اہل بیت میں احادیث صحیحہ موجود ہیں تو پھر موضوع
روایات کا سہارا لینے کی کیا ضرورت ہے حتیٰ کہ کسی طعن کرنے
والے کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ فضائل اہل بیت تو صرف
موضوع اور باطل روایات سے ثابت ہے
(تبیان القرآن جلد 10 صفحہ نمبر 585)

(عاشوراء کے دن کی فضیلت کے بارے میں وارد روایات کی تحقیق)

عاشوراء کے دن کی فضیلت کے بارے میں جو صحیح روایات وارد ہیں ہم ان پر کلام تو نہیں کریں گے ظاہر سی بات ہے ان پر کلام کرنا بنتا بھی نہیں ہے ہم ان روایات کو ذکر کریں گے جن روایات پر ہمارے محدثین نے کلام کیا ہے اور وہ موضوع من گھڑت ہے کیونکہ بہت ساری روایات شیعوں کے رد میں گھڑی گئی ہیں اور بہت سی شیعوں نے گھڑی ہے

ایک روایت یہ بیان ہوتی ہے حضرت آدم کی توبہ اسی دن قبول ہوئی حضرت آدم کی ملاقات حضرت حوا سے اسی دن ہوئی حضرت یونس مچھلی کے پیٹ سے اسی دن باہر آئے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اسی دن ٹھہری حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے فدیہ اسی دن آیا اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن جنت میں داخل ہوئے عاشوراء کے ہی دن عرش کرسی آسمان زمین سورج چاند ستارے اور جنت کو پیدا کیا گیا عاشوراء کے دن ہی حضرت عیسی علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے عاشوراء کے دن ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹائی گئی عاشوراء کے دن ہی حضرت یوسف علیہ السلام کو گہرے کوئیں سے نکالا گیا عاشوراء کے دن ہی آسمان سے سب سے پہلی بارش ہوئی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے اسی دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی ہے

اس روایت کے بارے میں ہمارے محدثین نے وضع کا حکم لگایا ہے اسے موضوع من گھڑت قرار دیا ہے اس پر میں تفصیلی کلام کروں گا ۔پر اس سے پہلے یہ جان لے فرعون کا دریا میں غرق ہونا اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا یہ صحیح روایات سے ثابت ہے اس لیے یہ تاثر نہ لیا جائے کہ ہم اس کے بھی منکر ہیں عاشوراء کے فضائل میں جو یہ روایت بیان ہوتی ہے یہ دو روایات ہیں ایک تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اور ایک حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے یہ دونوں روایت موضوع و من گھڑت ہے اس روایت کو وضع کر کے دونوں صحابی کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے اس کی سند میں جھوٹے کذاب راوی ہیں اس نے حدیث کو گھڑا اور صحابی کی طرف منسوب کر دیا اس روایت کو محدثین نے موضوعات میں لکھا ہے امام ابن الجوزی اپنی کتاب الموضوعات میں فرماتے ہیں

قد تمذھب قوم من الجھال بمذھب اھل السنتہ فقصدو غیظ الرافضیتہ فوضعو احادیث فی فصل عاسوراء و نحن برا من الفرقین وقد صح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر بصوم عاشوراء

ایک جاھل قوم نے اہلسنت کا مذہب اختیار کیا رافضیوں کو غیظ دلانے کے لیے عاشوراء کے دن کی فضیلت میں احادیث کو گڑھا اور ہم دونوں سے بری ہیں عاشوراء کے باب میں صحیح روایت روزے کے بارے میں وارد ہے

امام ابن جوزی الموضوعات میں مزید فرماتے ہیں

فمن الاحادیث التی وضعوا

جن احادیث کو وضع کیا گیا وہ یہ ہے

فانہ الیوم الذی تاباللہ فیہ علی ادم و ھو الیوم الذی رفع اللہ فیہ ادریس مکانا عالیا و ھو الیوم الذی نجی فیہ ابراھیم من النار و ھو الیوم الذی اخرج فیہ نوحا من السفینتہ و ھو الیوم الذی انزل اللہ فیہ التوراتہ علی موسی و فیہ فداللہ اسماعیل من الذبح و ھو الیوم الذی اخرج اللہ یوسف من السجن و ھو الیوم الذی رداللہ علی یعقوب بصرہ و ھو الیوم الذی کشف اللہ فیہ عن ایوب البلاء و ھو الیوم الذی اخرج اللہ فیہ یونس من بطن الحوت و ھو الیوم الذی فلق اللہ فیہ البحر لبنی اسرائیل و ھو الیوم الذی غفر اللہ لمحمد ذنبہ ما تقدم وما تاءخر

اسی دن آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام کو مکان عالیشان عطا کیا اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے نکالا اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ٹھہری اسی دن حضرت موسی علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی اسی دن حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے فدیہ آیا اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کو قید سے نکالا گیا اسی دن حضرت یعقوب علیہ السلام کو بنائی عطا کی گئی اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو بلاؤں سے نجات ملی اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکالا گیا اسی دن اللہ نے بنی اسرائیل کے لیے سمندر میں راستہ نکالا اسی دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے بظاہر خلاف اولی کاموں کو معاف کیا

امام ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے اگلے صفحہ پر ایک اورروایت یہی یوم عاشوراء کی نقل کی ہے جس میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے

و ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم عاشوراء

یعنی نبی کریم کی ولادت بھی عاشوراء کے روز ہوئی ہے

امام ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ یہ روایات نقل کرنے کے بعد ان روایات کے بارے میں فرماتے ہیں

ھذا حدیث موضوع بلا شک قال احمد بن حنبل کان حبیب بن ابی حبیب یکذب –وقال ابن عدی کان یضع الحدیث و قال ابو حاتم ابو حبان ۔ ھذا حدیث باطل لا اصل لہ ۔ قال وکان حبیب من اھل مرو یضع الحدیث علی الثقاتہ لایحل کتب حدیث الا علی سبیل القدح فیہ ھذا حدیث لا یشک فی وضعہ ولقد ابدع من وضعہ و کشف القناع ولم یستحی واتی فیہ المستحیل وھو قولہ و اول یوم خلق اللہ یوم عاشراء وھذا تغفیل من اوضعہ لانہ انما یسمی یوم عاشوراء اذ سبقہ تسعتہ وقال فیہ خلق السموات ولارض و الجبال یوم عاشوراء

یہ حدیث من گھڑت ہے اس کے من گھڑت ہونے میں شبہ نہیں امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں حبیب بن حبیب اس سند میں جھوٹا راوی ہے۔ اور اس راوی کے بارے میں ابن عدی فرماتے ہیں یہ شخص جھوٹی حدیث گھڑتا تھا اور اس کے بارے میں ابو حاتم اور ابن حبان فرماتے ہیں یہ روایت یعنی عاشوراء کی باطل جھوٹی ہے اس کی کوئی اصل نہیں

ہے اور فرماتے ہیں حبیب نام کا راوی ان لوگوں میں سے ہے جو حدیث گھڑتے تھے اور ان کو ثقہ راویوں کی طرف منسوب کرتے تھے اور ان سے حدیث لینا جائز نہیں ہے

اس روایت کے من گھڑت ہونے میں کسی عقلمند کو شک نہیں ہوسکتا اور جس نے اس روایت کو گھڑا ہے اس نے ایک بدعت کی بنیاد رکھ دی ہے اور اس میں وہ ایک ناممکن قول لے آیا ہے کہ سب سے پہلے جو دن اللہ نے بنایا وہ عاشوراء کا دن ہے اور یہ وضع کرنے والے کی بہت بڑی غفلت ہے اس لئے کہ اس نے دن کا نام عاشوراء رکھ دیا جبکہ اس سے پہلے نو دن چھوٹ گئے اور گھڑنے والے نے کہا اللہ نے زمین اور آسمان کو عاشوراء کے دن پیدا فرمایا ہے

(الموضوعات جلد 2 صفحہ نمبر 202)

قارئین کرام جس روایت کو ہمارے یہاں خوب دھڑلے سے بیان کیا جاتا ہے اس کے بارے میں ہمارے محدثین کیا فرما رہے ہیں کہ اس کے جھوٹے ہونے میں کسی عقلمند کو شک نہیں ہو سکتا زمین آسمان کب پیدا ہوئے اور مزید تبصرہ اس پر میں آگے کروں گا اس سے پہلے علم حدیث کے دو امام امام ذہبی اور امام ابن حجر کا بھی قول نقل کرتا ہوں چونکہ ان حضرات کو شاید ہی کوئی نہیں جانتا ہو علم حدیث کی بات ہو اور ان کا ذکر نہ آئے یہ کیسے ہو سکتا ہے ان حضرات کا قول اس لیے ذکر کر رہا ہوں جن حضرات کو اس کے موضوع ہونے میں اب بھی شک ہو

وہ شک بھی دور ہو جائے ورنہ انصاف پسندوں کے لیے اتنا کافی تھا جتنا ہم اس روایت پر لکھ چکے ہیں ان حضرات کا قول ذکر کرنے کے بعد اس روایت پر مزید تبصرہ کروں گا حبیب ابن حبیب الخرطی جو کی عاشوراء کی روایت کا راوی ہے اس کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں

حبیب بن ابی حبیب الخرطی

کان یضع الحدیث قال ابن حبان وغیرہ

حبیب بن ابی حبیب الخرطی وہ حدیثوں کو گھڑتا تھا ابن حبان اور دیگر محدثین نے بھی یہی فرمایا ہے کہ وہ حدیثوں کو گھڑتا تھا امام ذہبی مزید فرماتے ہیں

و ذکر حدیثا طویلا موضوعا و فیہ ان اللہ خلق العرش یوم عاشوراء والکرسی یوم عاشوراء والقلم یوم عاشوراء و خلق الجنتہ یوم عاشوراء واسکن ادم الجنتہ یوم عاشوراء الی ان قال و ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشوراء واستوی اللہ علی العرش یوم عاشوراء و یوم القیامتہ یوم عاشوراء

اور اس نے حبیب بن ابی حبیب نے موضوع من گھڑت طویل روایت بیان کی ہے اور اس روایت میں یہ بیان کیا ہے اللہ نے عرش کرسی جنت قلم جنت کو عاشوراء کے دن پیدا کیا عاشوراء کے دن حضرت آدم کو جنت میں رہائش دی آگے چل کر اس میں یہ الفاظ بھی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش عاشوراء کے دن ہوئی اللہ نے استوی عرش پر عاشوراء کے دن کیا تھا

قیامت بھی اسی دن ایگی

(میزان الاعتدال جلد 2 صفحہ نمبر 160 مترجم)

قارئین حضرات دیکھا آپ نے جو روایت ہمارے یہاں خوب دھڑلے سے بیان ہوتی ہے اس کو امام ذھبی نے بھی موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے اور اس کے راوی کو بھی حدیث گھڑنے والا قرار دیا ہے اب امام ابن حجر کے بارے میں جانتے ہیں کہ اس روایت اور اس کے راوی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں

امام ابن حجر تہذیب التہذیب 1292 حبیب بن ابی حبیب کے بارے میں فرماتے ہیں

قال ابن حبان کان یضع الحدیث علی الثقات لایحل کتب حدیثہ الا علی سبیل القدح فیہ و قال الحاکم روی احادیث موضوعتہ

ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ راویوں کی طرف حدیث گھڑتا تھا اس سے حدیث لینا جائز نہیں سوائے اس کے کہ اس پر تنقید کی جائے اور امام حاکم نے فرمایا کہ اس نے من گھڑت احادیث بیان کی ہیں

علامہ ابن حجر اپنی کتاب لسان المیزان میں فرماتے ہیں

وذکرحدیثا طویلا موضوعا و فیہ ان اللہ خلق العرش یوم عاشوراء والکرسی یوم عاشوراء والقلم یوم عاشوراء الستوی اللہ علی العرش یوم عاشوراء و خلق الجنتہ یوم عاشوراء والسکن ادم الجنتہ یوم عاشوراء الی ان قال و ولدالنبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشوراء و یوم القیامتہ یوم عاشوراء

اور حبیب بن ابی حبیب نے طویل موضوع من گھڑت روایت بیان کی ہے جس میں یہ کہا اس نے عرش و کرسی و قلم جنت عاشوراء کے دن اللہ نے پیدا کیے اللہ نے استوی عرش پر عاشوراء کے دن کیا حضرت آدم کو جنت میں رہائش اسی دن دی آگے چل کر اس میں یہ الفاظ بھی ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش عاشوراء کے دن ہوئی اور قیامت بھی عاشوراء کے دن آئیں گی

(لسان المیزان جلد 2 صفحہ نمبر 546)

علامہ ابن حجر مزید فرماتے ہیں

وقال الحاکم روی عن ابی حمزتہ و ابراھیم الصائغ احادیث موضوعتہ وقال نحوہ النقاش وقال ابن عدی کان یضع الحدیث وقال احمد بن حنبل حبیب بن ابی حبیب کذاب کذا ذکرہ ابن الجوزی عنہ عقب الحدیث المذکور فی الموضوعات

اور امام حاکم نے فرمایا ابوحمزہ اور ابراہیم صائغ سے موضوع من گھڑت روایت کی گئی ہیں اور اسی طرح نقاش نے بھی کہا ہے اور ابن عدی نے فرمایا حبیب بن ابی حبیب حدیث گھڑتا تھا اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا حبیب بن ابی حبیب بہت بڑا جھوٹا تھا اور اسی طرح ابن جوزی نے فرمایا ہے اور اس کی روایت کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے

حافظ ابن حجر کی کتاب تقریب التہذیب جس میں آپ کی ذاتی آراء ہیں جو کہ تقریب التہذیب کی تخلیص ہے اس میں اپ حبیب بن ابی حبیب جس نے عاشوراء کے روایت بیان کی ہے اس کے بارے

میں فرماتے ہیں حبیب بن ابی حبیب نوے طبقے کا راوی ہے ابن حبان نے فرمایا ہے وہ راوی جھوٹا ہے

تقریب التھذیب جلد 1 صفحہ نمبر 160 ،

میں سمجھتا ہوں عاشوراء کی روایت کہ موضوع من گھڑت ہونے کے بارے میں اتنا کافی ہے جن محدثین نے اس روایت کو موضوع کہا ہے اور اس کے راوی پر جرح کی ہے اور اس کو جھوٹا کہا ہے وہ سب کے سب جلیل القدر محدثین ہے بڑے بڑے ان کے آگے اپنا سر خم فرمالیتے ہیں

عاشوراء کی روایت میں کہا جاتا ہے زمین آسمان عاشوراء کے دن پیدا ہوئے لیکن یہ صحیح حدیث کے خلاف ہے چونکہ مسلم شریف کی حدیث ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے مٹی زمین کو ہفتے کے دن پیدا کیا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا درختوں کو پیر کے دن پیدا کیا اور جو چیزیں پسند نہیں ان کو منگل کے دن پیدا کیا اور نور کو بدھ کے دن پیدا کیا اور چوپایوں کو جمعرات کے دن پیدا کیا اور سب مخلوق کے آخر میں حضرت آدم کو جمعہ کے دن عصر کے بعد سے لے کر رات تک کے درمیان جمعہ کے دن کی آخری لمحہ میں سے کسی لمحہ میں پیدا کیا

(صحیح مسلم حدیث نمبر 7054)

جتنی چیزوں کا حدیث میں ذکر ہے

یہ سب عاشوراء کے دن پیدا کیا گیا بیان ہوتا ہے نیز عاشوراء والی روایت میں بھی یہ سب موجود ہے حالانکہ یہ صحیح حدیث

کے خلاف ہے مزید سنے عاشوراء کی روایت میں یہ بھی ہے حضرت آدم کی علیہ السلام حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے ملاقات عاشوراء کو ہوئی جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کی ملاقات ذی الحجہ میں ہوئی تھی حضرت آدم نے حضرت حوا کو پہچان لیا تھا اسی روز کا نام عرف رکھا گیا اور جہاں ملاقات ہوئی اس جگہ کا نام عرفات مشہور ہوا مزید سنئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ عاشوراء میں آیا عاشوراء والی روایت میں ہے جبکی وہ فدیہ بھی ذی الحجہ میں آیا تھا اگر عاشوراء کو آیا تھا تو پھر عید الاضحیٰ عاشوراء کے دن کیوں نہیں کرتے ہیں کنکریاں بھی عاشوراء کے دن مارے اور مزید سنیئے اس روایت میں یہ بھی ذکر ہے نبی کریم کی ولادت عاشوراء کے دن ہوئی تو پھر جشن ولادت بارہ ربیع الاول کو کیوں مناتے ہیں چاہیے کہ عاشوراء کے روز جشن ولادت منائیں

اگر اس روایت پر مزید کلام کروں تو وجود میں ایک کتاب آجائے گی اتنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں

یہی وہ دلائل اور تحقیق تھی مجھ فقیر کی جس بنا پر میں نے اس روایت کو موضوع کہا تھا چونکی واٹس ایپ پر ملک اور بیرون ملک کے لوگ فقیر حنفی سے اپنے مسائل کا جواب لیتے ہیں تو اس روایت کا بھی میں نے جواب دیا نیز اس کے موضوع ہونے کی تشہیر بھی کی لیکن کچھ جاہلوں نے اس پر بہت فساد کیا یہاں تک کہ ان جاہلوں کے ساتھ میرے یہاں کی کچھ مسجدوں کے اماموں نے میرے خلاف میٹنگ بھی کی اب میں اس پر تو تبصرہ نہیں کرتا

کس نے کیا کہا البتہ ایسے میں ہمارے علماء کا طرز عمل کیا ہونا چاہیے وہ عرض کرتا ہوں بجائے مجھ پر تنقید کرنے کے میرے خلاف لوگوں کو غلط ذہن دینے کے اس روایت کی تحقیق کی ہوتی تو خود کے علم میں بھی اضافہ ہوتا اور لوگوں کو صحیح بات بتا پاتے اور بعض تو اتنا حد سے بڑے تھے انہوں نے بول دیا موضوع روایت پر علماء عمل کریں تو وہ صحیح ہو جاتی ہے معاذ اللہ

جبکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے موضوع روایت بیان کرنا حرام ہے اسی دوران کچھ حفاظ کا طرز عمل سامنے آیا انہوں نے بھی خوب فساد کیا شور و گوگا کیا یہ بات حقیقت ہے حافظ اگر حفظ کے بعد علم نہ سیکھے تو جاھل ہی رہتا ہے انہوں نے جاہلوں والا طرز عمل ان کا سامنے آیا اور مجھ سے انہوں نے کہا کہ ہم فلاں علامہ اور فلاں مفتی کو بات کرنے کے لئے بلائیں گے میں نے کہا آپ کو جس کے علم پر ناز ہے ان کو بلا لے خرچ بھی میں اٹھانے کو تیار ہوں پر شرط یہ ہیں کہ اگر وہ یا میں ثابت نہیں کر پائے اس روایت کے بارے میں تو عوام کے سامنے میں یا وہ رجوع کریں گے اس پر بیچاروں نے پھر دوبارہ کوئی جواب نہیں دیا ہمارے یہاں یہ بہت بری بیماری پھیل چکی ہے کہ جو ہم بول رہے ہیں یا سنتے ہوئے آرہے ہیں وہی صحیح ہے اس کے مقابلے میں اگر کوئی اپنی تحقیق لائے وہ بھی اکابر کی بتائی ہوئی اس کو بھی رد کر دیتے ہیں یہ حال عام خاص سب کا ہے اسی دوران ایک مفتی صاحب سے کافی دیر بات ہوئی لاسٹ میں نتیجہ یہ نکلا انہوں نے کہا اگر اب ہم

یہ سب بیان کریں یا عوام کے سامنے ظاہر کرے تو دیوبندی وہابی ہم پر ہنسیں گے کی پہلے آپ یہ سب بیان کرتے تھے اور اب یہ سب ان روایات کو موضوع من گھڑت قرار دیتے ہیں
الامان والحفیظ حق جان نے کے بعد حق کو چھپانا کہاں کا انصاف ہے اور کیا ہماری شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے
عاشوراء کے متعلق اور کربلا کا جو واقعہ ہوا اس میں بہت ساری روایات شیعوں نے گھڑی ہیں اور آج وہ ہمارے یہاں بھی خوب بیان ہوتی ہے اس کی نشاندہی ہمارے اکابر نے کی ہے اور فتاوی رضویہ میں اسی لیے کہا گیا کربلا کا واقعہ صحیح روایات سے بیان ہو تو جائز ہے ورنہ حرام ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام غزالی رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ فرمایا ہے۔
اللہ کریم حق بولنے سننے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے

(عاشوراء کے دن سرمہ لگانے سے آنکھیں نہیں دکھیں گی روایت کی تحقیق)

عاشوراء کے دن کے متعلق ایک روایت یہ بیان ہوتی ہے جو عاشوراء کے دن سرمہ لگائے گا اس کی آنکھیں نہیں دکھیں گی یہ روایت کو امام سیوطی امام بیہقی اور دیلمی نے یہ روایت حضرت ابن عباس سے کی ہے بعض کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے لیکن امام ابن جوزی نے اسے موضوع قرار دیا ہے اس روایت کو علامہ عجلونی نے اپنی کتاب کشف الخفاء میں ذکر کیا ہے ان کے نزدیک بھی یہ روایت موضوع ہے امام سخاوی نے اپنی کتاب مقاصد الحسنہ میں

اس کو موضوع کہا ہے امام حاکم اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں

قال حاکم والاکتحال یوم عاشوراء لم یرد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہ اثر وھو بدعتہ ابتدعھا قتلہ الحسین

امام حاکم نے فرمایا عاشوراء کے دن سرمہ لگانے کی کوئی روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد نہیں ہے بلکہ بدعت ہے اور حضرت امام حسین کے قاتلوں نے اس روایت کو گھڑا ہے

(المقاصد الحسنہ حدیث نمبر 1085)

علامہ علی قاری موضوعات کبیر میں اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں جو عاشوراء کے دن سرمہ لگائے گا اس کی آنکھیں کبھی نہیں دکھیں گی ابن قیم فرماتے ہیں سرمہ تیل خوشبو لگانے کی جتنی روایات ہیں سب جھوٹے راویوں کی بنائی ہوئی ہیں دوسرے کذابین نے ان کے مقابلے پر اسے غم رنج کے طور پر منایا دونوں جماعت بدعتی اور اہل سنت سے خارج ہیں اہلسنت تو وہ کام کرتے ہیں جس کا حکم نبی کریم نے دیا ہے یعنی روزہ رکھنے کا اور بدعات سے احتراز کرتے ہیں

علامہ علی قاری فرماتے ہیں کہ عاشوراء کے دن اس غرض سے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں کی وہ اتباع حدیث کر رہا ہے یعنی عاشوراء کے دن سرمہ لگائے تو اس وجہ سے لگائے کہ حدیث کی اتباع کر رہا ہوں خوشی اور غم کے اظہار کے لئے لگانا جیسا کہ

خارجی جو رافضیوں کے مخالف ہیں ان کا طریقہ ہے یہ ناجائز ہے

(موضوعات کبیر مترجم حدیث نمبر 1299)

مزید تفصیل کے لیے امام ابن جوزی کی کتاب الموضوعات صفحہ نمبر 203 دیکھیں بلکہ امام ابن جوزی نے اپنی اس کتاب میں عاشوراء کے فضائل میں گھڑی گئی روایات کا باب باندھا ہے اور علامہ عجلونی کی کتاب کشف الخفاء

(حدیث نمبر 10 24 دیکھیں)

عاشورہ کی روایت اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی

آپ رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ماثبتہ من السنتہ ہے آپ اس میں رقم طراز ہے

پہلا دن ہے کہ یوم عاشوراء کا اللہ نے دنیا میں پیدا کیا اور یہ پہلا دن ہے کہ دنیا میں بارش اسی دن ہوئی پس جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا گویا تمام زمانہ کا روزہ رکھا اور یہ انبیاء اور موسی علیہ السلام کا روزہ ہے اور جس نے شب عاشوراء کو شب بیداری کی گویا اس نے ساتوں آسمان والوں کی برابر اللہ کی عبادت کی اور جس نے چار رکعت نماز پڑھی جس کی ہر رکعت میں الحمد ایک بار اور پچاس بار قل ھو اللہ احد پڑھی تو اللہ تعالی اس کے گزشتہ کے پچاس اور آئندہ کے پچاس سال کے گناہ بخش دے گا اور جس نے ایک گھونٹ پانی پلایا گویا کہ اس نے ایک آن بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی اور جس نے اہل بیت کے مسکینوں کا پیٹ عاشوراء کے دن بھرا وہ پل صراط پر چمکتی بجلی کی طرح گزر جائے گا اور جس نے کوئی چیز خیرات کی گویا اس نے کبھی بھی کسی سائل کو نہیں لوٹایا اور جس نے عاشوراء کے دن غسل کیا سوائے مرض موت کے کبھی بیمار نہ ہو گا

عاشوراء کا دن یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے حضرت آدم کی توبہ قبول فرمائی یہ وہ دن ہے جس دن حضرت ادریس وہ بلند مرتبہ پر فائز کیا یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے حضرت ابراہیم کو آگ سے نجات دی اور یہ وہ دن ہے جس دن حضرت نوح کو کشتی سے اتارا

اور یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے حضرت موسی پر تورات اتاری
اور یہ کہ حضرت اسماعیل کا و بقت ذبح فدیہ اتارا اور یہ وہ دن ہے
کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ سے نکالا اور یہ وہ دن ہے
اللہ نے اس دن حضرت یعقوب کو بصارت واپس فرمائی اور یہ وہ دن
ہے جس دن اللہ نے حضرت ایوب علیہ السلام سے بلاؤں کو دور کیا
اور یہ وہ دن ہے کہ جس دن اللہ نے حضرت یونس کو مچھلی کے پیٹ
سے نکالا اور یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے بنی اسرائیل کے لیے
دریا کو پھاڑ دیا اور یہ وہ دن ہے کہ جس دن حضور علیہ السلام کے
سبب اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہ بخشے اور یہ وہ دن ہے کے
حضرت موسی نے دریا عبور کیا اور یہ وہ دن ہے جس دن حضرت
یونس کی قوم پر توبہ اتاری پس جو اس دن کا روزہ رکھے گا چالیس سال
کا کفارہ ہو گا

جس نے اس دن سرمہ لگایا یا سال بھر تک اس کی آنکھیں آشوب
نہ کریں گی اور جس نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا گویا اس نے
تمام اولاد آدم کے یتیموں کے ساتھ بھلائی کی اور جس نے کسی
مریض کی عیادت کی گویا اس نے تمام اولاد آدم کے مریضوں کی
عیادت کی ان سب کو ابن جوزی نے موضوعات میں ذکر کیا ہے اور
کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے
کے بعد والوں نے اس کو وضع بنا کر گھڑ کر ان سندوں کے ساتھ
ترتیب دے دی ہے اور ثقہ راویوں کی طرف منسوب کر دیا ہے،،۔
(ما ثبت من السنتہ)

(ایک اشکال اور اس کا جواب)

اشکال جو تحقیق آپ نے پیش کی ہے جس میں حضرت مسلم بن عقیل کے بچوں کا واقعہ بھی ہے اس کو آپ نے افسانہ کہا ہے، اگر اس واقعہ کا حقیقت سے تعلق نہیں ہے۔ تو پھر ہمارے اکابر نے اس کو کیوں لکھا خطبات محرم میں جلال الدین امجدی رحمہ اللہ نے لکھا ہے، اور صدر الافاضل رحمہ اللہ نے بھی ان بچوں کا ذکر کیا ہے،،۔ اگر یہ محض ایک افسانہ ہوتا تو یہ حضرات کیوں اپنی اپنی کتاب میں لکھتیں۔،

الجواب۔ صدر الافاضل اور علامہ جلال الدین اہلسنت کے معتبر عظیم عالم دین تھیں۔، انہوں نے اپنی خدمات سے مسلک اہلسنّت کو جلا بخشی، اس کا کوئ منکر نہیں ہے۔، یہ حضرات قران حدیث فقہ وغیرہ علوم شرعیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے۔، جیسا کی ان کی کتب سے ظاہر ہے۔ لیکن تاریخ ان کا موضوع نہ تھا۔، لہذا اس موضوع پر سوانحہ کربلا کے نام سے واقعات کربلا آپ نے لکھ دی اور خطبات محرم ۔، لیکن ان دونوں صاحبوں نے تحقیقی و تدقیق نہ فرمائ ۔، جو دیگر علوم میں آپ کا طرہ امتیاز ہے،، اگر کوئ شخص سوالیہ انداز میں پوچھتا کہ امام مسلم کے بوچوں کا اصل واقعہ کیا ہے،۔ وہ اپنے والد گرامی کے ساتھ کوفہ گۓ تھے یا نہیں۔ اس واقعہ کی حقیقت کیا ہے،۔ تو پھر یہ حضرات اس کی تحقیق فرماکر جواب لکھتے ۔، لیکن بعض واقعات غیر معترب کتب سے بغیر تحقیق

لکھ دینا کوئ عقلا بعید ن ہیں،۔

(خطبات محرم میں ایک غلطی اور اس کا ازالہ)

خطبات محرم صفحہ 173 پر علامہ جلال الدین صاحب نے ، حضرت عثمان غنی کی ایک کرامت لکھی ہے،، پہلے میں اس کو ذکر کرتا ہوں۔، لکھتے ہیں ،۔

حضرت عثمان غنی مسجد نبوی کے منبر اقدس پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔، کہ بلکل ہی اچانک ایک بدنصیب اور خبیث النفس انسان جس کا نام جہجاہ غفاری تھا۔، کھڑا ہوگیا اور آپ کے ہاتھ مبارک سے عصا چھین کر توڑ ڈالا۔، اس گستاخی کی اس کو یہ سزا ملی اس کے ہاتھ میں کینسر ہوگیا،،۔اس کا ہاتھ گل سڑ کر گر پڑا اور ایک سال کے اندر ہی وہ مر گیا،،۔

قارئین کرام یہ کرامت خطبات محرم کے حوالہ سے جو ذکر کی گئ اور جس شخص یعنی جہجاہ غفاری کو اس میں خبیث النفس بدنصیب ، وغیرہ کہا گیا ہے،، وہ ایک صحابی رسول ہے جی ہاں یہ بیعت رضوان میں بھی شامل تھے۔، در اصل بات یہ ہے جہاں کتب میں حضرت جہجاہ غفاری کا ذکر کیا گیا ہے وہی یہ عصا توڑنے والا واقعہ بھی لکھ دیا گیا ہے اور ایسا کئ کتب میں ہوا ہے ،، لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ عصا مبارک بھی انہی یعنی حضرت جہجاہ غفاری نے ہی توڑا ہے جب کہ اس نام کے دو شخص اور ہے ،۔ کیوں کہ صحابی رسول نبی کریم کی مبراک چیزوں کا بڑا ہی ادب احترام

کیا کرتے تھے ،۔ بھلا وہ کیسے یہ نبی پاک کے عصا مبارک کو توڑ سکتے ہیں۔، یہ بات تو ہم گمان میں بھی نہیں لا سکتے۔ کہ صحابی نے ایسا کیا ہو۔۔،

اس نام کے دو شخص اور جو ہیں میں اب ان کو ذکر کرتا ہوں،۔ جن کی وجہ سے یہ غلطی ہوئی، اور عصا توڑنے کی نسبت صحابی کی طرف کردی گئ،۔،

علامہ طاہر بن مطاہر مقدسی رحمہ اللہ(وفات 355 ھ)لکھتے ہیں ،۔

ثم قام الجھجاہ بن سنام الغفاری فأخذ القضیب من یدہ وکسر ھا۔،

جہجاہ بن سنام غفاری اٹھا اس نے عصا چھین کر توڑ دیا ،۔

(البدو التاریخ ۔5،۔ 205)

حضرت علامہ علامہ ابو العباس جعفر بن محمد مستغفری رحمہ اللہ لکھتے ہیں،۔

ان رجلا یقال لہ الجھجاہ أو ابن الجھجاہ الغفاری تناول وصا کان فی ید عثمان ، فکسر ھا علی عکبتہ فضرب گی ذلک الموضع باکلتہ،۔

یعنی ایک آدمی جسے جہجاہ یا ابن الجھجاہ الغفاری کہا جاتا تھا ، وہ **اٹھا** اور عصا توڑا،۔

(دلائل النبوتہ للمستغفری 832 /2 عقم 657)

علامہ اسماعیل بن محمد اصبہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ۔،

ان رجلا یقال لہ الجھجاہ أو ابن الجھجاہ جھجاہ أخذ عصی کانت فی ید عثمان فکسر ھا علی رکبتہ فأصیب فی ذلک الموضع الائکلتہ،۔

یعنی ایک آدمی جسے جہجاہ ی ا ابن الجھجاہ کہا جاتا تھا، نے حضرت
عثمان غنی کے ہاتھ سے لیکر عصا توڑ دیا،
(سیر الصلف الصالحین صفحہ 184)
یہ عبارات بتا رہی ہے کہ اس شخص کو جھجاہ یا ابن الجھجاہ یا جھجاہ
بن سنام کہا جاتا تھا وہ صحابی رسول ہر گز نہیں تھے صرف جھجاہ
کہنے سے صحابی رسول جھجاہ بن سعید غفاری کی ذات مراد لینا بلا
دلیل کے ہے۔،
علامہ عبد الملک بن حسین عصامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں
،ولما أخذت من ید عثمان العصا و ھو قائم یخطب وکان الآخذھا جھجاہ
بن عمرو الغفاری و کسرھا بر کبتہ وقعت الآکلتہ فی رکبتہ والعیاذ باللہ
تعالی،۔
یعانی جھجاہ بن عمر غفاری نے عصا کو توڑا،۔
اس عبارت میں جھجاہ بن عمرو الغفاری ہے، اور اس نام کے بھی
کوئی صحابی رسول نہیں ہے۔
آخر میں علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ کی عبارت پیش کرتا
ہوں جو کی اس معاملے میں حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔
اپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔،
وفی جرأتہ علی قضیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع انہ من
الصحابتہ الذین شھدوا المشاھد معہ صلی اللہ علیہ وسلم اشکال لا یخفی
فان الظاھر انہ یعرف القضیب و حرمتہ و غضبہ علی عثمان رضی اللہ
عنہ کان مجتھدا متأولا فیما انکروہ علیہ وماھذہ الا زلتہ عظیمتہ لا تلیق
بمن کان مؤمنا صحابیا۔،

یعنی نبی علیہ السلام کے س اتھ غزوات میں شریک ہونے والے صحابی کا عصا مبارک کے ساتھ ایسی بے باکی کرنا اگر تسلیم کر لیا جائے تو اس میں کئ ایسے اشکالات ہیں۔ جو ڈھکے چھپے نہیں۔، یہ بات بلکل ظاہر ہے کہ وہ عصا مبارک اور اس کی حرمت کو اچھی طرح جانتے تھے۔،۔ پھر تھوڑا مزید کلام کرنے کے بعد فرماتے ہیں،۔ بہر حال یہ اتنی بڑی غلطی ہے جسے ایک مومن صحابی رسول سے جوڑنا ہر گز مناسب نہیں

(نسیم الریاض 127 /4)

بہر حال صحابی رسول حضرت جہجاہ بن سعید غفاری رضی اللہ عنہ کی طرف اس معاملے کو یقینی اور قطعی طور پر منسوب نہیں کیا جا سکتا،۔

قارئین کرام دیکھا اپ نے خطبات محرم میں بلا تحقیق کے محض نقل کر کے اس کو لکھ دیا گیا جو کی بہت بڑی غلطی ہے،، ہم علامہ جلال الدین کے تعلق سے یہی کہیں گے اس واقعے کے بارے میں۔، کہ عام طور پر کرامات بیان کرنے لکھنے میں تحقیق نہیں کی جاتی یہی وجہ ہے آپ نے لکھا دیکھا اور اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو لکھ دیا،،۔ اس لکھ دینے سے ان پر کوئ گرفت بھی نہیں ہے ،،

یہی وجہ ہے کہ واقعے کربلا میں صرف اعتماد اور بلا تحقیق کے اس کو لکھ دیا گیا جس میں کئ من گھڑت روایات بھی شامل ہو گئ ہیں۔

(امام اہلسنت نے فرمایا میرے پاس فرصت نہیں)

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب امام اہلسنت سے سائل نے سوال کیا کہ حضرت مسلم کے صاحب زادے کوفہ میں شہید ہوئے یا نہیں تاریخ طبری میں ہے کہ کوفہ میں صاحب زادے ہمارہ نہ تھے۔

تو اس سوال کے جواب میں امام اہلسنت فرماتے ہیں،،۔

یہ نہ تو مجھے اس وقت یاد ہے نہ تاریخ دیکھنے کی فرصت نہ اس سوال کی حاجت۔(فتاوی رضویہ 24 جلد صفحہ 510)

قارئین کرام سائل کے سوال سے معلوم ہوتا ہے،، اس دور میں بھی حضرت مسلم کے بچوں کے شہادت کے واقعہ کو لیکر شبہ تھا جس وجہ سے سائل نے امام اہلسنت سے سوال کیا،، لیکن جیسا کہ ہم اوپر ذکر ائے ہیں، کہ ان اکابر کا میدان تاریخ کا نہ تھا بلکہ ان حضرات کو فقہ اصول فقہ حدیث اصول حدیث تفسیر و دیگر علوم میں مہارت حاصل تھی،، لیکن تاریخ کا میدان ان حضرات کا نہ تھا جیسا کہ امام اہلسنت کے جواب سے بھی ظاہر ہو رہا ہے فرمایا،، مجھے اس وقت اس بارے میں کچھ یاد نہیں ،،اور ساتھ ہی فرمایا تاریخ کی کتب دیکھنے کی فرصت نہیں چونکہ امام اہلسنت کے پاس سوال جواب کی کثرت رہا کرتی تھی ، نیز دیگر کام بھی ہوا کرتے تھے،، جس وجہ سے فرمایا دیکھنے کی فرصت نہیں،،،۔ قارئین کرام ہمنیں اس واقعہ کے ساتھ ساتھ دیگر واقعات کا بھی من گھڑت ہونا بیان کردیا ہے لہذا ایسے من گھڑت روایات سے بچنا ہم پر لازم ضروری ہے،،

(امام اہلسنت فرماتے ہیں)

شہادت نامے نثر یا نظم جو آج کل عوام میں رائج ہیں اکثر روایات باطلہ و بے سروپا سے مملو اور اکاذیب موضوعہ پر مشتمل ہیں، ایسے بیان کا پڑھنا سننا وہ شہادت ہو خواہ کچھ، اور مجلس میلاد مبارک میں ہو خواہ کہیں اور، مطلقًا حرام وناجائز ہے، خصوصًا جبکہ وہ بیان ایسی خرافات کو متضمن ہو جن سے عوام کے عقائد میں تزلزل واقع ہو کہ پھر تو اور بھی زیادہ زہر قاتل ہے، ایسے ہی وجوہ پر نظر فرماکر امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی وغیرہ ائمہ کرام نے حکم فرمایا کہ شہادت نامہ پڑھنا حرام ہے۔ علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں:

قال الغزالی وغیرہ یحرمہ علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسن والحسین وحکایتہ

امام غزالی وغیرہ نے فرمایا کہ واعظ کے لئے حرام ہے کہ وہ شہادت حسنین کریمین اور اس کے بے سروپا واقعات لوگوں کو سنائے۔ پھر فرمایا

ماذکرہ من حرمۃ روایۃ قتل الحسین ومابعدہ لاینافی ماذکرتہ فی ھذا الکتاب لان ھذا البیان الحق الذی یجب اعتقادہ من جلالۃ الصحابۃ وبرائتھم من کل نقص بخلاف مایفعلہ الوعاظ الجھلۃ فانھم یاتون بالاخبار الکاذبۃ والموضوعۃ ونحوھا ولایبیّنون المحامل والحق الذی یجب اعتقادہ۔

امام حسین کی شہادت اوراس کے بعد کے واقعات کی روایات کا حرام

ہونا جو بیان کیا گیا وہ اس کے خلاف نہیں جو کچھ میں نے اس کتاب میں ذکر کیا کیونکہ یہ سچا بیان جو صحابہ کرام کی جلالت شان اور ہر نقص وکمزوری سے ان کی برأت پر مشتمل ہے اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے بخلاف اس کے جو جاہل واعظین بیان کرتے ہیں، وہ جھوٹی، بناوٹی اور خودساختہ خبریں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ان کا محمل نہیں بیان کرتے حالانکہ حق پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے ۔یونہی جبکہ اس سے مقصود غم پروری و تصنع وحُزن ہو تو یہ نیت بھی شرعًا نامحمود، شرع مطہر نے غم میں صبر وتسلیم اور غم موجود کو حتی المقدور دل سے دور کرنے کا حکم دیا ہے نہ کہ غم معدوم بتکلف وزور لانا نہ کہ بتصنع وزور بنانا، نہ کہ اسے باعث قرب و ثواب ٹھہرانا، یہ سب بدعات شنیعہ روافض ہیں جن سے سنی کو احتراز لازم، حاشا للہ اس میں کوئی خوبی ہوتی تو حضور پر نور سید عالم صلی للہ تعالی علیہ وسلم کی وفات اقدس کی غم پروری سب سے زیادہ اہم وضروری ہوتی، دیکھو حضوراقدس صلوات للہ وسلامہ علیہ وعلی آلہٖ کا ماہ ولادت وماہ وفات وہی ماہ مبارک ربیع الاول شریف ہے پھر علمائے امت وحامیان سنت نے اسے ماتم وفات نہ ٹھہرایا بلکہ موسم شادی ولادت اقدس بنایا، امام ممدوح کتاب موصوف میں فرماتے ہیں:

ایاہ ثم ایاہ ان یشغلہ ای یوم العاشوراء ببدع الرافضۃ ونحوھم من الندب والنیاحۃ والحزن اذ لیس ذٰلک من اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اولٰی بذلک واحرٰی۔

بچے اور پرہیز کرے اس بات سے کہ کہیں یوم عاشورہ میں روافض اور ان جیسے لوگوں کی بدعات میں نہ مشغول ہو جائے جو رونا پیٹنا اور غم کرنا ہوتا ہے کیونکہ یہ امور مومنوں کے اخلاق سے نہیں ورنہ حضور صلی للہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا یوم وصال ان چیزوں کا زیادہ حق رکھتا ہے اھ (یعنی اگر رونے پیٹنے اور دکھ غم کے مظاہروں کی گنجائش اور اجازت ہوتی تو سب سے زیادہ یہ چیزیں آپ کے یوم وصال پر عمل میں آتیں اور دیکھی جاتیں)

عوام مجلس خواں اگرچہ بالفرض صرف روایات صحیحہ بروجہ صحیح پڑھیں بھی تاہم جو ان کے حال سے آگاہ ہے خوب جانتا ہے کہ ذکر شہادت شریف پڑھنے سے ان کا مطلب یہی بہ تصنع رونا بہ تکلف رلانا اور اس رونے رلانے سے رنگ جمانا ہے اس کی شناعت میں کیا شبہہ ہے، ہاں اگر خاص بہ نیت ذکر شریف حضرات اہلبیت طہارت صلی للہ تعالٰی علیہ وسلم علٰی سیدہم وعلیہم وبارک وسلم ان کے فضائل جلیلہ ومناقب جمیلہ روایات صحیحہ سے بروجہ صحیح بیان کرتے اور اس کے ضمن میں ان کے فضل جلیل صبر جمیل کے اظہار کو ذکر شہادت بھی آجاتا اور غم پروری وماتم انگیزی کے انداز سے کامل احتراز ہوتا تو اس میں حرج نہ تھا مگر ہیہات ان کے اطوار ان کی عادات اس نیت خیر سے یکسر جدا ہیں، ذکر فضائل شریف مقصود ہوتا تو کیا ان محبوبان خدا کی فضیلت صرف یہی شہادت تھی، بے شمار مناقب عظیم اللہ عزوجل نے انہیں عطا فرمائے

(فتاوی رضویہ جلد 24 صفحہ 513)

قارئین کرام امام اہلسنت کے اس جواب سے چند چیزیں ثابت ہوئی

1 اس وقت اکثر روایات عوام میں جو رائج ہیں، جن کو واقعہ کربلا میں بیان کیا جاتا ہے۔ یہ بے اصل باطل محض جھوٹی موضوعہ روایات ہیں۔، انکا سننا پڑھنا قطعا حرام ناجائز ہے۔،

2 اگر ان روایات سے عوام کے عقائد میں کچھ تزلزل پیدا ہو تو ایسی روایت کا ذکر کرنا زہر قاتل ہے۔،

3 جن واعظین کا صرف مقصد غم پروری تصنع بناوٹی رونا ہو۔ تو اس طرح کرنا بھی ممنوع ہے۔کیونکہ شرع نے صبر تسلیم کا حکم دیا ہے،۔

4 اگر مجلس خواں بالفرض صحیح روایات بھی بیان کریں لیکن سننے والے یہ جانتے ہیں۔ کہ اس مجلس خواں کا مطلب رونا رلانا ہے اور اس رونے رلانے سے رنگ جمانا ہے اس کے برا اور قبیح ہونے میں کیا شک ہے،۔

5 اگر غم منانے کا حکم ہوتا اور اس میں کوئی خوبی ہوتی ، تو نبی علیہ السلام کی وفات اقدس کی غم پروری سب سے زیادہ اہم ضروری ہوتی۔۔،،

(امام اہلسنت مزید فرماتے ہیں۔،)

کتب شہادت جو آج کل رائج ہیں اکثر حکایات موضوعہ وروایات باطلہ پر مشتمل ہیں،یوہیں مرثیے ایسی چیزوں کا پڑھنا سننا سب گناہ وحرام ہے۔حدیث میں ہے:

نھٰی رسول للہ صلی للہ تعالٰی علیہ وسلم عن المراثی۔ رواہ ابوداؤد والحاکم عن عبد للہ بن ابی اوفٰی رضی للہ تعالٰی عنہ۔

رسول للہ صلی للہ تعالٰی علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا(اسے ابوداؤد اور حاکم نے عبد للہ بن ابی اوفٰی رضی للہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔)

ایسے ہی ذکر شہادت کو امام حجۃ الاسلام وغیرہ علمائے کرام منع فرماتے ہیں کما ذکرہ امام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقۃ(جیسا کہ امام ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں اسے روایت کیاہے۔)ہاں اگر صحیح روایات بیان کی جائیں اور کوئی کلمہ کسی نبی یاملک یااہلبیت یاصحابی کی توہین شان کامبالغہ مدح وغیرہ میں مذکور نہ ہو،نہ وہاں بَین یانوحہ یاسینہ کوبی یا گریبان دری یاماتم یاتصنّع یاتجدید غم وغیرہ ممنوعات شرعیہ نہ ہوں توذکر شریف فضائل ومناقب حضرت سیدنا امام حسین رضی للہ تعالٰی عنہ کابلاشبہہ موجب ثواب ونزول رحمت ہے۔ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ (صالحین کے ذکر پر رحمت الٰہیہ نازل ہوتی ہے۔)

(فتاوی رضویہ جلد 24 صفحہ 522)

(موضوع روایات بیان کرنے کا گناہ)

امام اہلسنت فتاوی رضویہ میں

ایک مقام پر موضوع روایات بیان کرنے والے کے متعلق فرماتے ہیں

افعال مذکورہ سخت کبائر ہیں اور ان کا مرتکب اشد فاسق وفاجر مستحق عذاب یزداں وغضب رحمن اوردنیامیں مستوجب ہزاراں ذلت وہوان خوش آوازی خواہ کسی علت نفسانی کے باعث اسے منبر ومسند پر کہ حقیقۃً مسند حضورپرنورسیدعالم صلی للہ تعالٰی علیہ وسلم ہے تعظیماً بیٹھانا اس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے، تبیین الحقائق وفتح للہ المعین وطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا میں ہے:

فی تقدیم الفاسق تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا۔،

فاسق کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ بوجہ فسق لوگوں پر شرعاً اس کی توہین کرنا واجب اور ضروری ہے۔۔

روایات موضوعہ پڑھنا بھی حرام سننا بھی حرام،ایسی مجالس سے للہ عزوجل اور حضوراقدس صلی للہ تعالٰی علیہ وسلم کمال ناراض ہیں،ایسی مجالس اور ان کا پڑھنے والا اور اس حال سے آگاہی پاکربھی حاضر ہونے والا سب مستحق غضب الٰہی ہیں یہ جتنے حاضرین

ہیں سب وبال شدید میں جدا جدا گرفتار ہیں اوران سب کے وبال کے برابر اس پڑھنے والے پر وبال ہے اور خود اس کا اپنا گناہ اس پر علاوہ اور ان حاضرین و قاری سب کے برابر گناہ ایسی مجلس کے بانی پر ہے اور اپنا گناہ اس پر طرہ مثلاً ہزار حاضرین مذکور ہوں تو ان پر ہزار گنا اور اس کا عذاب قاری پر ایک ہزار ایک گنا اور بانی پر دوہزار دو گنا ایک ہزار حاضرین کے اور ایک ہزارایک اس قاری کے اور ایک خود اپنا، پھر یہ شمار ایک ہی بار نہ ہوگا بلکہ جس قدرروایات موضوعہ جس قدر کلمات نامشروعہ وہ قاری جاہل جری پڑھے گا ہر روایت ہر کلمہ پر یہ حساب وبال وعذاب تازہ ہونا مثلاً فرض کیجئے کہ ایسے سو کلمات مردودہ اس مجلس میں اس نے پڑھے تو ان حاضرین میں ہر ایک پر سو سو گناہ اور اس قاری علم ودین سے عاری پر ایک لاکھ ایک سو گناہ اور باقی پر دولاکھ دوسو، وقس علٰی ھذا، رسول للہ

فتاوی رضویہ جلد 23 صفحہ 743

قارئین کرام یہ جو کچھ بھی ہمنیں فتاوی رضویہ سے پیش کیا ہے،۔
اس میں درجہ ذیل امور صراحتہ بیان فرما دیئے ہیں،،

1 شہادت وغیرہ کے بارے میں روایات باطلہ جھوٹ سے بھری پڑی ہیں،۔ایسی حکایات بیان کرنا سننا مطلقا ناجائز حرام ہیں۔

2 عقائد حقہ اہلسنت پر جن حکایات و روایات باطلہ سے زد پڑے،۔ اور انہیں جڑ سے ہلا کر رکھ دیں ان کا بیان کرنا زہر قاتل ہے۔

3 واعظین کا مقصد بناوٹ کے طور پر لوگوں کو رونا اور غم و غیرہ میں ڈالنا ہو تو ایسا خطاب شرعا ممنوع ہے۔،

4 اگر بالفرض روایات صحیح ہی ہو لیکن مطلب ان کے بیان کرنے سے وہی رونا غم زدہ کرنا ہے تو پھر بھی قبیح ہے۔،

5 روایات باطلہ کا ذکر کرنا حرام ہے انہیں گانے اور سرور کے طور پر بیان کرنا حرام ہے، اس سے اللہ کی ناراضگی اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ والم کی بیزاری واضح ہے۔،

6 ایسے واعظین اور خطباء کو بلانے والے ان کی حوصلہ افزائ کرنے والے سب جرم کے برابر کے شریک اور تمام کے مجموعی گناہ سے بڑھکر واعظ و خطیب گناہوں کا بوجھ اٹھاتا ہے

امام اہلسنت نے اپنے دور کے واعظین اور خطباء کی بات بیان فرمائ ہے،،۔ لیکن اجکل جن خطباء اور واعظین کی شہرت ہے اگر امام اہلسنت انہیں سن لیتے اور ان کے انداز خطابت و وعظ کو دیکھ لیتے تو آپ خود اندازہ فرمائیں کہ اپ کیا فتوی دیتے ؟ میرا مقصد کسی کی مخالفت کرنا یا دل ازاری کرنا نہیں ہے ۔ بلکہ اصل مقصد وہی ہے جسے امام اہلسنت نے بیان فرمایا ہے ۔، جو ہم اوپر ذکر کر ائے ہیں،، موضوع و منگھڑت روایات باطلہ رونا رلانا ماتم منانا جھوٹے واقعات بیان کرنا یہ سب ناجائز حرام ہے اللہ و رسول کی ناراضگی کا سبب ہے،، ان حرام کاموں سے بچا جائے اور دوسروں کو بھی بچایا جائے،

(آخر میں مودبانہ عرض)

الحمد للہ اللہ عزوجل کی توفیق سے فقیر نے چند واقعات کربلا کی تحقیق آپ کے سامنے پیش کی ہے اور منگھڑت واقعات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے ،ان منگھڑت واقعات کی نشاندہی ہمنیں اس کتاب میں کردی ہے، تاکہ ان منگھڑت واقعات سے بچا جائے صحیح اور معتبر واقعات بیان کئے جائے۔ جھوٹ پر مبنی واقعات بیان کرنا ناجائز ہے، ،واللہ ہم اہلبیت سے محبت کرنے والے لوگ ہے انکی غلامی کو اپنے لیئے نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اہلبیت کی شان جھوٹی روایات یا واقعات بیانے کرنے کی محتاج نہیں یے، احادیث طیبہ میں بیشمار فضائل وارد ہوئے ہے، جھوت پر مبنی واقعات اور روایات بیان کرنا اہلبیت سے محبت نہیں ہے ، بلکہ ان کی طرف منسوب ایسے واقعات کا رد کرنا اہلبیت کی محبت کا تقاضا ہے،۔ اگر کوئ یہ کہے آپ نے جو کچھ بھی دلائل دیئے ہے ہم نہیں مانتے ہم محب اہلبیت ہے اور ہمیں ان سب دلائل سے کوئ غرض نہیں ہے یا یہ کے ہمیں دلائل کی حاجت ہی نہیں ہے تو یہ محبت نہیں بلکہ جہالت ہے۔

الحمد اللہ عزوجل اللہ کے کرم سے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت سے میری یہ کتاب مکمل ہوئی

آخر میں قارئین کرام سے مودبانہ عرض ہے کہ اس تحریر کا مکمل مطالعہ کرنے کے بعد اگر کسی کے ذہن میں کوئی سوال پیدا ہو

یا کسی کو کوئی بات درست معلوم نہ ہو تو وہ بلا جھجک ہم سے رابطہ کریں ممکنہ صورت میں سائل کو اطمینان بخش جواب دینے کی کوشش کریں گے اور اگر ہم اپنی کسی غلطی پر مطلع ہوئے یا ہمیں اپنی کسی رائے میں یا تحقیق میں کمزوری نظر آئی تو بغیر کسی شرم و تاخیر کے ہمیں آپ حق کی طرف رجوع کرنے والا پائیں گے ان شاء اللہ تعالی۔

اللہ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ میری اس کتاب کو مقبولیت عطا فرمائے اور اس کتاب کو میری اور میرے والدین کے لیے باعث نجات بنائے اور میرے دوست و احباب کی مغفرت فرمائے

وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم و بارک علی حبیبہ محمد وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ وازواجه وذرياته واهلبيته و علماء ملته و اولياء امتى وابنيه الكريمين الغوث الاعظم الجيلانى وسلطان الهند خواجه معين الدين الچشتى و من تبعهم باحسان الى يوم الدين

فقط اسیر بارگاہ

امام اعظم ابو حنیفہ

محمد دانش الحنفی القادری

مقیم حال ہلدوانی نینیتال

میرا بادشاہ حسین ہے

نبی ہیں جن کے نانا اور علی ہیں بابا واہ واہ
حسب نسب تو دیکھئے ہیں والدہ بھی فاطمہ
حسن ہیں بھائی پنجتن میں جو ہیں نام پانچواں
شہید کربلا حسین ہے میرا بادشاہ حسین ہے۔

نبی کی پشت پر حسین ہیں حالت نماز میں
وہ شہ سواری کی ادا ہے پہلے سے مزاج میں
ہے قول مصطفیٰ میں ہوں حسین سے
سنو سنو کہ مجھ سے وہ میرا حسین ہے۔

خدا کے دیں کی شان ہے وہ مصطفیٰ کے جان ہے
وہ صبر کا جہاں ہے وہ حق کا پاسبان ہے
صداقت وعدالت و سخاوت و شجاعت و
وفا کا ترجماں حسین ہے...........

یزید تھا جو مٹ گیا حسین تھا حسین ہے
کہ بے قرار دل کو بھی حسین ہی سے چین ہے
یزید کا نہ نام لیوا کوئی باقی رہ گیا
جہاں میں چھا گیا حسین ہے.........

رگوں میں جس کی دوڑتا علی مرتضیٰ کا خون
کیا ہے نوش دیکھو جس نے شیر فاطمہ بتول
ملا لعاب مصطفیٰ یہ شان ابن مرتضیٰ
غضب کا مجموعہ حسین ہے.........

جلال ہے جمال ہے وہ خون با کمال ہے
نبی کے دو نواسے یہ تو خود میں بے مثال ہے
کٹا کے سر بچا سکو جو دین کو بچا ہی لو
سبق یہ دے گیا حسین ہے.............

جو کاتب وحی ہوئے صحابیٔ نبی ہوئے
حسن کے معتمد جو تھے جو واصف علی ہوئے
جب آخری سفر کیا یہ کہہ گئے معاویہ
ہمارا پیشوا حسین ہے............

کہ ارض کربلا پہ جب وہ ظلم کی تھی آندھیاں
نثار دین مصطفی پہ جس نے گھر کا گھر کیا
قبول بیعت لعین نہ کی معیار دین حق
وہ اونچا کر گیا حسین ہے...............

چھری چلی حسین پر یزیدیت کا سر کٹا
وہ تاب آئی دین میں کہ حق کا پھر علم اٹھا
وفا کی ایسی داستاں نہ کوئی لکھنے پائے گا
جو خوں سے لکھ گیا حسین ہے...............

جو سیدوں کا قافلہ دمشق کی طرف چلا
اماموم کے سروں کو پھر ہے نیزے پر بلند کیا
ہے سر جو نوک نیزہ پر ہوا ہے اور بالا تر
زمین پہ آسمان حسین ہے............

فضیلتیں بیان کرے نبی کے اس نواسے کی
کہا ہے ان کو آسمان یہ بھول ہے دیوانے کی
جناں میں نو جوانوں کی ملی ہے جس کو سروری
حسن ہے اور میرا حسین ہے...............

جو موت ہے شہید کی ہے تا ابد وہ زندگی
نہ مردہ جانو تم انہیں خدا کا حکم ہے یہی
جدا ہوا ہے تن سے سر ہے ذکر رب زبان پر
قرآن پڑھ رہا حسین ہے...............

وہ کوفیوں میں لائے تھے پیام حق میرے امام
یزدیوں میں کر چکے وہ اپنی حجتیں تمام
ہو کس زبان سے بیان یہ داستان کربلا
لکھوں میں کیسے کیا حسین ہے............

بروز حشر غمزدہ رہوں میں کس لیے بھلا
ہے جب کے میرے واسطے شفیع شاہ کربلا
اے عامر اب کروں بیان میں انکے وصف اور کیا
رضائے مصطفی حسین ہے...............